امت مسلمہ کے عظیم محسن محدث مفسر
نابغۂ روزگار، حجۃ الاسلام امام ابو جعفر
احمد بن سلامہ طحاوی مصری رحمہ اللہ
کے تعارف و علمی کارناموں پر مشتمل
عظیم تحقیقی سرمایہ

امام ابو جعفر طحاوی

{239ھ --- 321ھ}

تالیف و تدوین
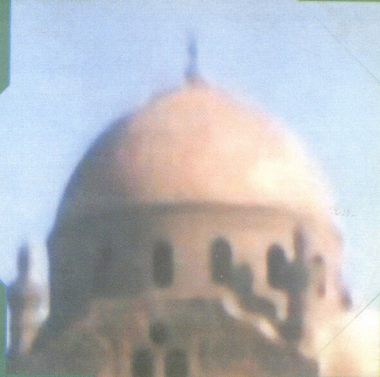
مبلغ اسلام فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا الحاج
مفتی عبدالرسول منصور الازہری
امیر شرعی کونسل برطانیہ

مکتبہ مصباح القرآن مسعود ٹاؤن عارف روڈ ساہیوال

امام ابوجعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر گنبد کا بیرونی منظر

تصاویر کے فراہم کرنے پر مکتبہ مصباح القرآن صاحبزادہ محمد انوار الحق قادری الازھری بریڈفورڈ برطانیہ کا انتہائی ممنون ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرقد منوّر۔ قاھرہ مصر۔

احاطہ مزار پر انوار کا ایک دروازہ

شارع عام سے گنبد کا ایک پروقار منظر

اندرون روضہ قبر اطہر کا ایک منظر

امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر گنبد کا ایک پہلو

اندرون روضہ قبر انور کو مس کرتے ہوئے زائرین
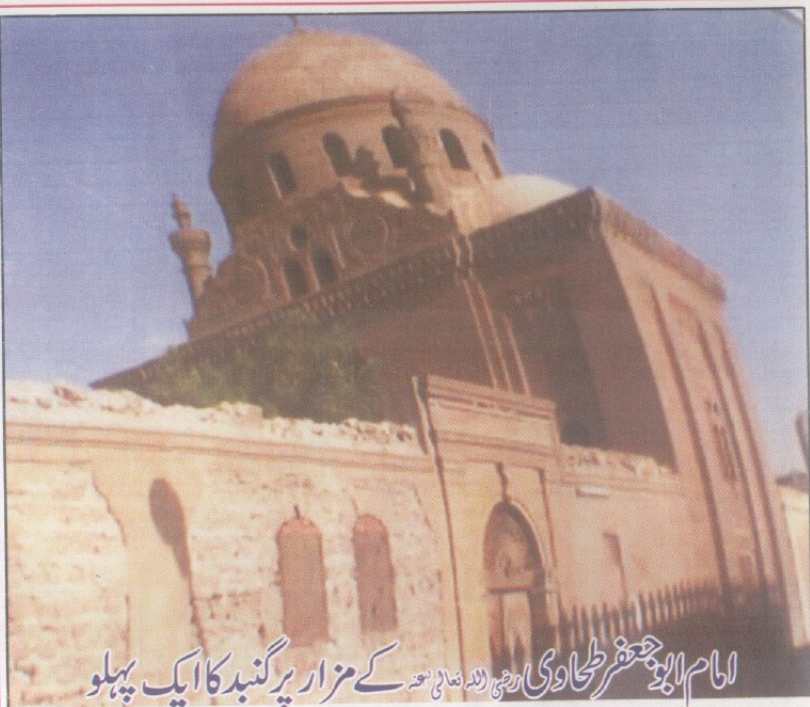
تالیف

فقیہ العصر استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج

مفتی عبد الرسول منصور الازہری

چیئرمین شرعی کونسل برطانیہ

مؤسس ادارہ مصباح القرآن ساہیوال

ناشر: مکتبہ مصباح القرآن مسعود ٹاؤن، عارف روڈ، ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولای صل و سلم دائما ابدا علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

کتاب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تالیف :۔۔۔۔۔۔۔۔۔مبلغِ اسلام مفتی عبد الرسول منصور الازہری

اعداد و تصدیر:۔۔۔۔۔۔۔محمد منور نورانی ناظمِ تعلیمات ادارہ مصباح القرآن

نظر ثانی : ۔۔۔۔۔۔۔مولانا محمد اعظم نوری مدرس ادارہ مصباح القرآن

۔۔۔۔۔۔۔قاری عبد المجید، مدرس ادارہ مصباح القرآن

کمپوزنگ:۔۔۔۔۔۔۔ محمد سیف اللہ فریدی، مصباح القرآن کمپوزنگ سنٹر

سرِ ورق:۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد ضیاء اللہ نورانی

اشاعت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔جولائی 2005ء

ناشر:۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ مصباح القرآن، مسعود ٹاؤن، ساہیوال

مقاماتِ تحصیل

☆ ادارہ مصباح القرآن مسعود ٹاؤن، عارف روڈ، ساہیوال، پاکستان

فون نمبر: (040)4228412_4221460

E:mail:misbah_ul_quran@hotmail.com

☆65GROVE-ST-REDDITCH-WORC-S

B98-8DL-UK

TEL:01527595007

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاھداء

نابغہ ءروزگار حجۃ الاسلام امت مسلمہ کے عظیم محسن محدث مفسر اور گراں قدر کتابوں کے مصنف امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی مصری متوفی 321ھ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر مگر مستند تعارف پر رقم کی جانے والی اس کتاب کو بندہ ناچیز انہی کی بلند و بالا جناب میں ہدیہ کرتے ہوئے جہاں آپ کے علمی فیضان اور روحانی توجہ کا طالب ہے وہاں اس قادر مطلق مستعان برحق اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کے جنت الفردوس میں علوّ درجات اور رفعت کمالات کے لیے دعا گو ہے-----

اللہ کریم عزوجل آپ کی علمی فکری اور علوم اسلامیہ میں اجتہادی کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے اور ملت اسلامیہ کو آپ کی علمی میراث سے اکتساب فیض کی توفیق ارزاں فرمائے-----ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

طالب دعا

عبدالرسول منصور الازہری

ریڈچ برطانیہ

22 مارچ 2005ء، بمطابق 11 صفر 1426ھ
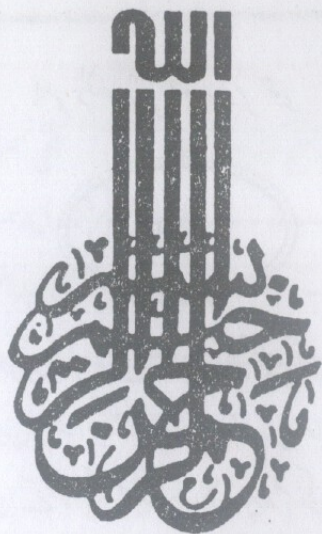
مَولاَیَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرُبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

حرفِ محبت

از

جانشینِ فقیہ اعظم ،پیرِ طریقت ،حضرت علامہ (صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپورشریف (اوکاڑا)

امت کے خوش بخت ترین افراد، وہ ائمہ ومحدّثین ہیں، جنھوں نے اپنی زندگیاں علومِ حدیث اور تعلیماتِ نبویہ کی خدمت کے لیے وقف کردیں----''العلماء ورثة الأنبياء'' کے مصداق ان حاملینِ علومِ نبوت میں ''امام طحاوی مصری'' کا نام نامی بہت نمایاں ہے----امام طحاوی کواللہ تعالیٰ عزّوجلّ نے جس ذہانت وعبقریت اورفقہ وحدیث میں مہارت وحذاقت سے نوازا تھا،اس کی مثال ان کے معاصرین اور بعد کے محدثین میں سے کسی کے ہاں نہیں ملتی----ان کی علمیّت، عقلیّت، تفقہ اور جامعیت کی حقیقی جھلک دیکھنی ہوتو ان کی تصانیف میں سے منفرد اورممتاز تصنیف ''شرح معانی الآثار'' کا مطالعہ کیا جائے----یہ کتاب بلا شبہہ فقہ و حدیث کا ''مجمع البحرین'' اور اپنی مثال آپ

ہے-----فقہ و حدیث کے اسی جلیل القدر امام کی تابناک حیات، خدمات اور تصنیفات کے تعارف پر فاضل جلیل، عالم نبیل حضرت علامہ مفتی عبد الرسول منصور نے ایک گراں قدر اور تحقیقی کتاب تصنیف کی ہے-----

حضرت مفتی صاحب معقولات و منقولات پر عبور رکھنے والے قابل مدرس اور ادبی ذوق رکھنے والے جید عالم دین ہیں، عرصہ دراز سے یو کے (انگلینڈ) میں مقیم ہیں، مگر اپنے علمی ذوق کو ماند نہیں پڑنے دیا-----انہوں نے یورپ کی روشنیوں اور رنگینیوں میں کھو جانے کے بجائے وہاں کے علمی خزانوں کو کھنگالا اور تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کے لولوئے آب دار سے بھرپور استفادہ کیا----- موصوف اب تک متعدد کتب کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ کا کام سر انجام دے چکے ہیں----- زیر نظر کتاب میں انہوں نے امام طحاوی کی ولادت، تعلیم و تربیت، علمی اسفار، اساتذہ، مشائخ، فقہی و اجتہادی بصیرت، علوم و فنون میں حذاقت، علمِ حدیث میں مہارت، تصانیف، علمی وجاہت اور طرز استدلال کا بڑی جامعیت کے ساتھ احاطہ کیا ہے-----

اللہ تعالیٰ عزّوجلّ حضرت مفتی صاحب کے علمی ذوق میں اضافہ فرمائے اور ان کی تصانیف کونافع خلائق بنائے----

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحٰبہ اجمعین

(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (اوکاڑا)

تقریظ

از: حضرت پیرزادہ محمد ظہیر الدین نقشبندی

خطیب ادارہ منہاج القرآن والسال برمنگھم برطانیہ

حضرت قبلہ فقیہ العصر مفتی عبد الرسول منصور الازہری مدظلہ العالی جو اپنے علم وعمل اور ممتاز فکر ونظر اور دینی خدمات کے حوالے سے برطانیہ کے علمی و فکری حلقوں میں انتہائی قدر کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں----- آپ ریڈچ ٹاؤن میں عرصہ انیس برس سے مقیم رہ کر اپنی علمی تحقیقی اور تصنیفی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں----- درس نظامی کی باضابطہ تدریس کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر اب تک آپ کی 12 کتب مارکیٹ میں پہنچ کر اہل علم سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں----- عصری مسائل کے سلسلے میں آپ کے فتاویٰ منصوریہ سے بالخصوص استفادہ کیا جارہا ہے----- پیش نظر کتاب ''امام ابو جعفر طحاوی'' سے قبل آپ امام جلال الدین سیوطی، امام ابوبکر بیضاوی، امام ابونعیم اصبہانی، امام شرف الدین نووی ،امام ابوبکر بیہقی اور امام تقی الدین سبکی رضوان اللہ علیہم اجمعین ، کا ان کی

کتابوں کے ترجمہ کے موقعہ پر تفصیلاً تعارف کروا چکے ہیں------آپ کی اس تاریخی اور تحقیقی کاوش سے ان جلیل القدر ائمہ اسلام اور فقہاء محدّثین کی علمی واجتہادی زندگی کے بہت سے مخفی گوشے اسلامی دنیا کے سامنے روشن ہوئے، اس پر بھی مفتی صاحب موصوف تعظیم و تکریم کا بڑا حق رکھتے ہیں----شافعی علماء ومحدّثین کے تعارف کے بعد علامہ ازہری نے جس حنفی، مصری اور مجتہد امام کے تعارف پر قلم اٹھایا اور پھر اسے جس حسنِ انداز اور منفرد ادا سے پایہ تحقیق تک پہنچایا، اس سے جہاں امام ابو جعفر طحاوی کی علمی جلالت اور اجتہادی قوت وبصیرت روشن ہوئی وہاں آپ کی قلم کی جولانی اور آپ کے علم ومطالعہ کی گہرائی اور اس کی رفعت ووسعت کا بھی ثبوت فراہم ہوا----بہر حال علامہ ازہری امیر شرعی کونسل برطانیہ اس علمی کاوش پر ڈھیروں دعاؤں اور بے حد وفاؤں کے مستحق قرار پاتے ہیں----

بندہ ناچیز اپنی اور اپنے مخلص احباب علامہ صاحبزادہ نور العارفین نیروی غزنوی خطیب جامع مسجد مانچسٹر، علامہ حافظ منیر احمد ازہری ووسٹر، قاری حافظ وزیر احمد نوشاہی بانبری محمد بلال قادری اشرفی اور مولانا ابو نعیم محمد بوستان قادری برمنگھم کی جانب سے اس تحقیقی اور تاریخی کتاب کے منظر عام پر آنے سے علامہ موصوف کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے اللہ

تعالیٰ کی جناب سے ملتجی ہے کہ وہ اس مخلصانہ کاوش کو قبول فرما کر قارئین کے لیے نافع اور آپ کے والدین کریمین کے لیے صدقہ جاریہ فرمائے ----

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

نیاز کیش

محمد ظہیر الدین نقشبندی نیروی

خطیب، ادارہ منہاج القرآن والسال برمنگھم

21 مارچ 2005ء

فہرس

تعارف
امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب

ابو جعفر احمد بن محمد سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جناب الازدی الطحاوی المصری القاہری حنفی قدس اللہ سرہ العزیز

علامہ یوسف دہلوی رحمہ اللہ امانی الاحبار شرح معانی الآثار کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ:

''محدّثین مؤرخین اور اصحاب اسماء الرجال ان تمام حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کا نام احمد کنیت ابو جعفر باپ کا نام محمد اور دادا کا نام سلامہ تھا اسی طرح آپ کے ازدی حجری اور طحاوی مصری ہونے پر بھی اہل علم اور ارباب تاریخ نے اتفاق ظاہر کیا ہے ازد الحجر کی نسبت سے آپ ازدی کہلاتے ہیں شیخ عبد القادر رحمہ اللہ الجواہر المضیہ میں لکھتے ہیں کہ ازدی ازدشنوءہ کی طرف نسبت رکھتا ہے اور وہ ازد بن العوث بن نبیت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا ہے اور ازدی زد بن عمران بن عمرو بن عامر کی طرف بھی منسوب ہے نیز ازدی ازد الحجر سے بھی منسوب ہے اور ابو جعفر ازدی طحاوی کی یہی نسبت ہے علامہ سمعانی نے بھی یہی نسبت بیان کی ہے امام یافعی رحمہ اللہ مرآۃ للجنان میں فرماتے ہیں کہ امام ابو جعفر ازدی کی نسبت ازد سے ہے اور ''اُزد'' یمن کے ایک معروف قبیلے کا نام تھا اور اس معروف قبیلے کی ایک

شاخ حجر کے نام سے پہچانی جاتی تھی۔امام ابوجعفرازدی اسی شاخ سے تعلق رکھتے تھے،آپ کے آباءواجداداسلامی فتح کے بعدمصرمیں آکررہائش پذیرہو گئے تھے،اس نسبت سے آپ ازدی،حجری قرارپائے-----

مصرجوایک معروف شہر ہےاورمصربن حام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہے میں سکونت کی وجہ سے آپ مصری بھی کہلائے اس قدیم تاریخی شہر سے بے شمارعلماءوسلاطین کونسبت ہے اورطحاوی جو''طحا'' نامی بستی کی طرف منسوب ہے-----امام سمعانی،امام ابن عساکر،امام ابن عماد حنبلی،ابن ندیم اورامام ابوعبداللہ ذھبی کی تحقیق کے مطابق امام ابو جعفراحمد بن محمد بن سلامہ ازدی حجری اسی نسبت سے طحاوی کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں-----[1]

مقام ولادت

امام ابوجعفرطحاوی رحمہ اللہ مصرکے ضلع''المنیا'' کی معروف بستی''طحا'' میں پیداہوئے،آج کل وہ''طحاالاعمدہ'' کے نام سے معروف ہے۔

---

[1] مقدمہ امانی الاحبارشرح معانی الآثارص ۲۸

تاریخِ ولادت

آپ کی تاریخ ولادت کی تعیین کے سلسلے میں علماء و مؤرخین نے اختلاف رائے کیا ہے----- ایک جماعت کے قول پر آپ 229ھ میں پیدا ہوئے، یہ ابن الاثیر متوفی 630ھ، القرشی متوفی 775ھ، ابن قطلو بغا متوفی 879ھ اور علامہ عبدالحی لکھنوی متوفی 1304ھ کا قول ہے۔ شیخ کاندھلوی نے امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار کے مقدمہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ دوسری جماعت کی تحقیق کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت کا سال 230ھ قرار پاتا ہے، علامہ لکھنوی اور شیخ صالح الضرفور کی تالیفات میں اس قول کا ذکر بھی ملتا ہے۔ تیسری جماعت کا قول یہ ہے کہ آپ 238ھ میں متولّد ہوئے، یہ قول عظیم مؤرخ ابن خلکان متوفی 681ھ اور امام تمیمی متوفی 1010ھ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور چوتھی جماعت کی رائے یہ ہے کہ آپ 239ھ میں پیدا ہوئے، یہ ابوسعید سمعانی متوفی 562ھ حافظ الحدیث ابن عساکر متوفی 571ھ، علامہ ابن الجوزی متوفی 597ھ، یاقوت حموی متوفی 626ھ، امام ابن کثیر متوفی 774ھ، ابن حجر عسقلانی متوفی 836ھ اور امام ابن العماد متوفی 1089ھ کا قول ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایات جسے بعض مورخین نے امام سمعانی سے نقل کیا ہے جن سے امام طحاوی کی ولادت 229ھ قرار پاتی ہے وہ ان سے خطاً نقل کی گئی ہیں اور پھر یہی خطا مورخین کی زبانوں پر تکرار کے ساتھ چلتی رہی اور وہ حضرات ان کی کتاب اصول خطیّہ کی طرف توجہ دیے بغیر

اسی تاریخ کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے رہے-----امام سمعانی علیہ الرحمہ کی کتاب پر تحقیقی نظر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام طحاوی کی ولادت کے سلسلے میں صحیح ترین روایت 239ھ ہی قرار دی جاتی ہے۔[1]

علمی نشوونما

امام طحاوی رحمہ اللہ نے جس خاندان میں جنم لیا، وہ علم و فضل اور زہد و تقوی میں بلند مقام پر فائز تھا۔ ان کے والد محمد بن سلامہ علم و ادب اور شاعری کے فن میں خاص شہرت کے حامل تھے-----[2] خود امام طحاوی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میرے والد محترم بلند پایہ ادیب اور استاذ الشعراء تھے، انہوں نے 264ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا-----[3]

آپ کی والدہ محترمہ امام شافعی رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص اور مصر میں ان کے علم و اجتہاد کے ناشر امام المزنی رحمہ اللہ کی بہن تھیں، آپ کو امام شافعی رحمہ اللہ کی علمی و اجتہادی مجالس میں شرکت کی وجہ سے اصحاب شافعی میں شمار کیا جاتا ہے، امام جلال الدین سیوطی مصری متوفی 911ھ نے مصر میں فقہاء شافعیہ کے ضمن میں اُن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام المزنی کی ہمشیرہ امام شافعی رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتی تھیں یہی بات امام الرّافعی متوفی

---

[1] احکام القرآن امام طحاوی، مقدمہ ص:14 از ڈاکٹر سعد الدین اونال

[2] تاریخ دمشق کبیر 79/2، المنتظم 250/6، معجم البلدان 22/4، البدایہ والنہایہ 174/11، لسان المیزان 274/1 شذرات الذہب 288/2

[3] الجواہر المضیہ 173/1 مشکل الآثار دائرہ معارف عثمانیہ 1333ھ

624ھ، امام تاج الدین السبکی متوفی 771ھ اور امام الاسنوی متوفی 772ھ نے بھی طبقات الشافعیہ میں نقل کی ہے-----[1] غالب گمان یہی ہے کہ امام طحاوی نے اپنے علمی سفر کا آغاز اپنی فقیہہ ماں سے کیا جنہیں اصحاب شافعی میں خاص مقام حاصل تھا، بعد ازاں آپ مسجد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ میں قائم علمی وفکری حلقوں سے وابستہ ہو گئے اور شیخ ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن عمروس رضی اللہ عنہ سے حفظ قرآن کی تعلیم حاصل کی، شیخ ابوزکریا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جامع عمرو بن عاص میں کوئی ایسا ستون نہیں جس کے پاس انہوں نے ختم قرآن نہ کیا ہو-----[2]

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنے والد محترم سے بھی علم وادب کا وافر حصہ پایا پھر وہ تفقہ فی الدین کے لیے مستقل طور پر اپنے ماموں اسماعیل بن المزنی متوفی 264ھ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ امام المزنی شافعی نے اپنے گھر میں ہی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا، اس حلقہ میں حاضر رہ کر امام طحاوی نے آپ سے سنن امام شافعی اور مختصر المزنی کی سماعت کی اور حضرت امام شافعی متوفی 252ھ سے آپ کی مروی احادیث کی روایت اور کتابت بھی کی، حنفی مذہب کی طرف منتقل ہونے تک طحاوی امام المزنی سے

---

[1] حسن المحاضرہ 167/1 [2] لسان المیزان 281/1

ہی اکتساب فیض کرتے رہے-----[1]

امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام المزنی کے تلامذہ واصحاب کی اکثریت سے میل جول رکھا اور ان سے حدیث کی روایت بھی کی مگر تاریخی مراجع طحاوی کی علمی حیات اور ان کے دور تعلّم کے آغاز کے سلسلے میں کچھ زیادہ مواد ہمیں فراہم نہیں کرتے، البتہ آپ کا وہ دور تاریخ میں نمایاں باب رکھتا ہے جب آپ نے اپنا علمی مقام علماء مصر کی نظروں میں بہت اونچا کر لیا، خود امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اس پہلو پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی اس سلسلے میں ہمیں جو کچھ ملا ہے وہ ان مشاہیر علماء وفضلاء کا فیضان ہے جن سے امام طحاوی نے کسب فیض کیا اور جنہوں نے طحاوی کی علمی واخلاقی حیات کو سنوارنے اور اسے بام عروج تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں سرفہرست یہ حضرات ہیں، صاحب الشافعی امام المزنی، بکّار ابن قتیبہ متوفی 270ھ، احمد بن ابو عمران متوفی 280ھ (فقہ شافعی میں آپ کے بلند پایہ استاذ) امام طحاوی احکام القرآن میں بار بار ان کا نام لے کر ان کی فقہی آراء کا ذکر کرتے ہیں----رضی اللہ عنھم و ارضاھم عنا

---

[1] الجواہر المضیہ 273/1، الحاوی سیرت الطحاوی ص 6، مقدمہ احکام القرآن ص 15

امام طحاوی کا
مذہب شافعی سے
مذہب حنفی کی
طرف انتقال
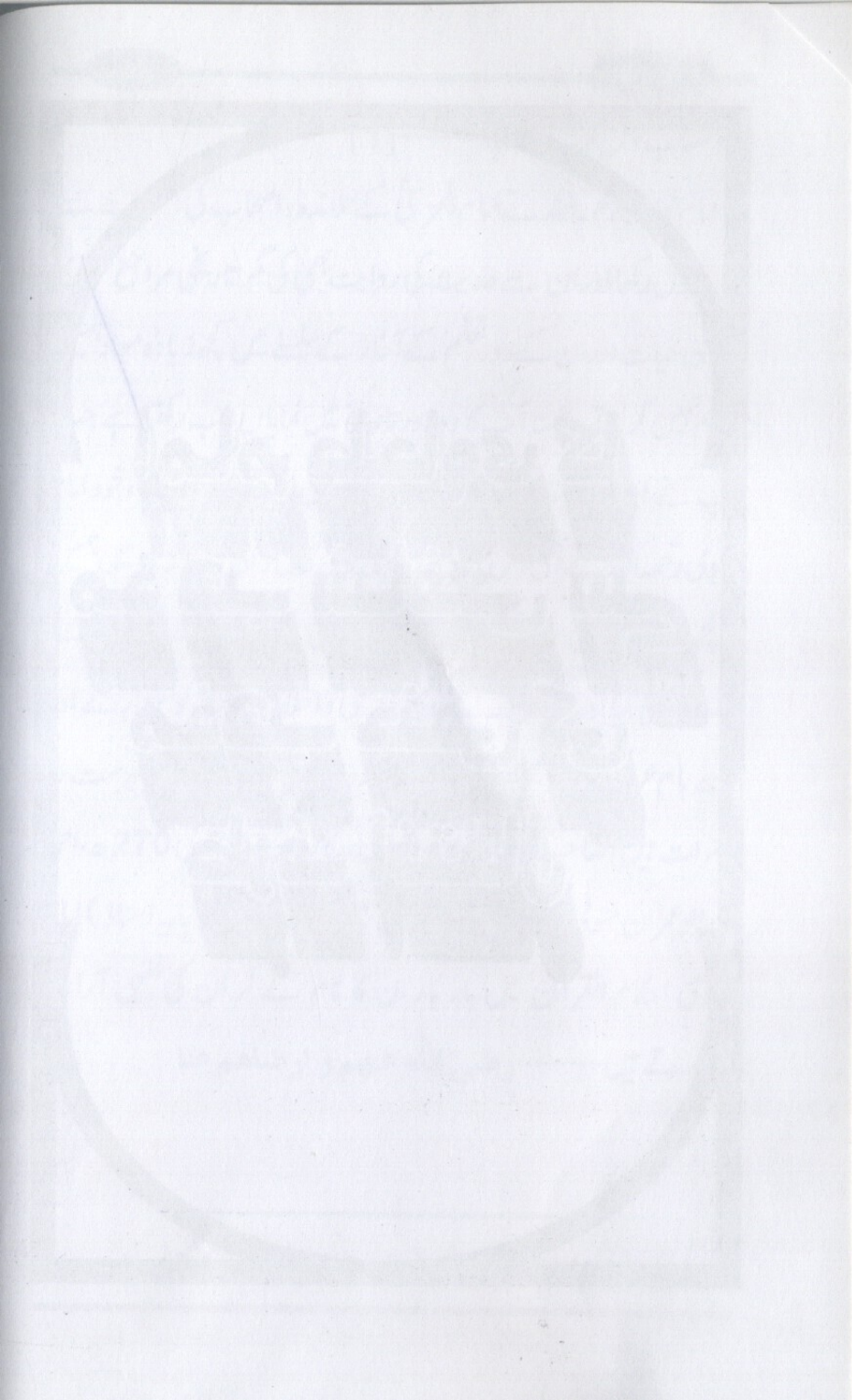
امام طحاوی رحمہ اللہ نے جس خاندان میں آنکھ کھولی اس میں مذہب شافعی کا دور دورہ تھا، اور امام المزنی جو آپ کے ماموں تھے، انہیں امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب میں سب سے بڑا فقیہ تسلیم کیا جاتا تھا، امام طحاوی نے بھی امام مزنی سے فقہ شافعی کا درس لیا اور فن حدیث میں بھی ان سے خوب استفادہ کیا-----

اندریں اثناء انہوں نے بارہا استاذ مکرّم کو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کے مطالعے میں مصروف پایا، جس کے نتیجے میں وہ بہت سے خلافی مسائل کے اندر اپنے امام حضرت شافعی رحمہ اللہ کی رائے سے ہٹ کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل پیرا ہوتے دکھائی دیئے، چنانچہ آپ کی کتاب المختصر میں اس منہج کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں----- استاذ محترم کے اس اندازِ فکر اور طرز استدلال سے امام طحاوی بھی حنفی منہج کی طرف راغب ہونے لگے یہاں تک کہ آپ نے عراق سے مصر میں وارد ہونے والے حنفی فقیہ امام احمد بن ابو عمران متوفی 280ھ کی خدمت میں حاضر رہ کر ان سے فقہ حنفی کا درس لینا شروع کر دیا اور جب آپ کی نظر سے کتاب المزنی پر امام بکّار بن قتیبہ متوفی 270ھ کا رد و اعتراض

گزرا تو آپ نے قدیم منہج فقہ شافعی کو چھوڑ کر جدید منہج فقہ حنفی میں داخل ہونے کا اعلان کردیا----[1]

حقیقت یہ ہے کہ یہ تحوّل اور انتقال ابتداء عمر سے ہی امام طحاوی کی فکر میں موجود تھا، جو دفعۃً واحدہ رونما نہیں ہوا، بلکہ جب آپ کی فکر میں وسعت اور حنفی مذہب کے سلسلے میں کامل معرفت پیدا ہوگئی تو آپ نے برملا اس تبدیلی کا اظہار کردیا۔ امام طحاوی کے اس تحوّل نے اہل علم میں ایک شور پیدا کردیا اور آپ کے اس اعلان پر ہر طرف علمی حلقوں میں ایک بحث چھڑ گئی۔

اس تحوّل و انتقال مذہب پر چند ---تاریخی روایات---

امام طحاوی رحمہ اللہ کے انتقال مذہب کے اسباب کے سلسلے میں امام ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفٰی 476ھ فرماتے ہیں:

"انتھی الی ابی جعفر ریاسۃ اصحاب ابی حنیفۃ بمصر کان شافعیاً یقرأ علی المزنی فقال لہ یوماً واللّٰہ ما جاء منک شیء فغضب من ذالک وانتقل الی ابن

[1] الحاوی سیرت الطحاوی ص 5

ابی عمران فلما صنّف مختصره قال رحمه الله "ابا ابراهیم لو کان حیاً لکفّر عن یمینه" -----[1]

"مصر میں اصحاب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی علمی وفکری ریاست ابو جعفر طحاوی کے پاس پہنچی، وہ شافعی تھے اور امام المزنی کے پاس پڑھا کرتے تھے --- ایک روز امام المزنی نے ان سے کہا میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ تیری طرف سے کوئی فائدہ اور بھلائی نہیں آئی۔ اس بات پر وہ ناراض ہو کر ابن ابی عمران کی طرف منتقل ہو گئے، جب انہوں نے مختصر الطحاوی تالیف کی تو کہنے لگے "اللہ تعالیٰ ابوابراہیم المزنی پر رحم وکرم فرمائے اگر آج وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ضرور ادا کرتے"۔

❁ امام السّلفی رحمہ اللہ متوفی 576ھ معجم الشیوخ میں احمد بن عبدالمنعم الآمدی محمد بن علی الدامغانی سے اور وہ امام القدوری سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز امام المزنی نے طحاوی سے کہا بخدا تو نے کوئی فلاح اور کامیابی نہیں پائی، اس بات پر وہ ناراض ہو گئے اور حنفی مذہب میں چلے گئے وہ بعد میں کہا کرتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ ابوابراہیم پر رحم فرمائے اگر وہ

---

[1] طبقات الفقہاء ص 142

زندہ ہوتے اور مجھے دیکھتے تو اپنی قسم کا کفّارہ ضرور دیتے"۔[1]

محدّث شام حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں:

"مجھے امام طحاوی کے ترکِ مذہبِ شافعی کا یہ سبب معلوم ہوا ہے کہ ایک روز انہوں نے امام المزنی کے سامنے کسی مسئلہ پر گفتگو کی تو امام مزنی نے ان سے کہا، "اللہ کی قسم تو کبھی بھی کامیاب نہ ہوگا" اس بات پر وہ ناراض ہو کر حنفی فقیہ ابو جعفر ابن ابی عمران کے مکتب میں چلے گئے اور فقہ حنفی میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے اس کے بعد وہ ایک مرتبہ امام المزنی کی قبر سے گزرے تو کہنے لگے "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اگر آج آپ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ضرور دیتے"۔[2]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

"ابتداء میں طحاوی مذہب شافعی پر تھے، پھر ایک وجہ سے مذہب حنفی میں چلے گئے اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ ایک روز اپنے ماموں المزنی کے پاس درس لے رہے تھے کہ ایک دقیق مسئلہ سامنے آیا، جسے طحاوی نہ سمجھ سکے، امام

[1] الجواہر المضیۃ 195/1

[2] تاریخ دمشق ج 90/2 مخطوطہ، : مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر سعد الدین اونال ص 17

المزنی نے وہی مسئلہ پھر وضاحت کے ساتھ انکے سامنے بیان کیا مگر وہ اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے تو اس پر امام المزنی نے ان سے کہا:

"واللہ ماجاء منک شیء"

"اللہ تعالیٰ کی قسم کہ تجھ سے کچھ فائدہ نہ ملا"۔

یہ بات سن کر وہ کھڑے ہوگئے اور ابو جعفر ابن ابی عمران کے پاس چلے گئے اور ان سے فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی اور قاضی بکار بن قتیبہ کے بعد دیار مصریہ کے قاضی مقرر ہوئے-----[1]

امام جلال الدین سیوطی مصری متوفی 911ھ تحوّل مذہب کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں انتقال کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ایک مذہب کے فہم میں عسر اور تنگی اور دوسرے مذہب کے فہم میں یسر اور سہولت نظر آتی ہے، بایں طور کہ وہ شخص دوسرے مذہب کے ادراک اور اس میں تفقہ کے سلسلے میں سرعت کی امید رکھتا ہے اور میرے خیال اور گمان کے مطابق طحاوی کے شافعی ہونے کے بعد حنفی ہونے کا بھی یہی سبب تھا"-----واللہ اعلم بالصواب[2]

---

[1] لسان المیزان 75/1 الحاوی سیرت طحاوی ص 18 [2] المیزان الکبریٰ شعرانی 42/1

☆ جب ہم ان روایات پر معنی اور سند کے لحاظ سے نظر ڈالتے ہیں تو ان میں بعض روایات کسی معتمد علیہ سند سے خالی دکھائی دیتی ہیں۔ مثلاً ابو اسحاق شیرازی کی روایت ابو عبداللہ الحسین الصّمیر ی متوفیٰ 436ھ کے کلام سے ماخوذ، وہ اسے ابوبکر محمد بن موسیٰ الخوارزمی متوفی 403ھ سے روایت کرتے ہیں جب کہ الخوارزمی نے طحاوی کا زمانہ پایا اور نہ ہی انہوں نے طحاوی کے کسی ہم عصر کی طرف اس بات کو منسوب کیا اس بنیاد پر یہ حکایت، حکایات مرسلہ سے ہی شمار کی جائے گی----- [1]

اسی طرح دوسری روایت بھی قدوری اور طحاوی کے درمیان مقطوع ہے، کیوں کہ قدوری کی وفات 428ھ ہے اور امام طحاوی کا انتقال 321ھ میں ہوا تھا، اور تیسری روایت ابن عساکر کی ہے اس کی کوئی سند ہی مذکور نہیں۔

☆ اور جہاں تک معنی کے اعتبار سے ان روایات کا تعلق ہے تو ان میں تکرار دکھائی دیتا ہے، جنہیں ایک مؤرخ دوسرے مؤرخ سے نقل کرتا نظر آتا ہے، بایں طور کہ امام مزنی نے ایک بات کہی اور طحاوی نے ناراض ہو کر ان کا مذہب ترک کر کے دوسرا مذہب اختیار کر لیا اور وہ تغیّر مذہب کے ساتھ ایک شیخ سے دوسرے شیخ کے پاس منتقل ہو گئے، اس سے طلّاب علم کو کوئی معقول

---

[1] الحاوی ص 16

فائدہ دکھائی نہیں دیتا، نیز طحاوی کا تعلق اپنے استاذ المزنی کے ساتھ عرف استاذ اور شاگرد والا ہی نہ تھا بلکہ اس سے بھی کہیں اونچا تھا کہ امام المزنی طحاوی کے حقیقی ماموں بھی تھے-----

علامہ عبدالعزیز ہاروی ذکر فرماتے ہیں:

"ان الطحاوی کان شافعی المذهب فقرء فی کتابه ان الحاملة اذا ماتت وفی بطنها ولد حیّی لم یشق فی بطنها خلافالابی حنیفة و کان الطحاوی ولد مشقوقا فقال "لا ارضی بمذهب رجل یرضی بهلاکی" فترک مذهب الشافعی وصارمن عظماء المجتهدین علی مذهب ابی حنیفة------[1]

"امام طحاوی ابتدأءً شافعی المذہب تھے، ایک دن انہوں نے کتب شافعیہ میں پڑھا کہ جب حاملہ عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اس کے پیٹ کو چیرا نہیں جائے گا، برخلاف مذہب ابو حنیفہ، اور امام طحاوی کو مذہب حنفی پر پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا، امام طحاوی نے اس کو پڑھ کر کہا "میں اس شخص کے مذہب سے

[1] علامہ عبدلعزیز پرہاروی، نبراس ص 110

راضی نہیں، جو میری ہلاکت پر راضی ہو'' پھر انہوں نے شافعیت کو چھوڑ دیا اور حنفی مسلک کو اختیار کیا اور اس مسلک کے عظیم مجتہد بن گئے''-----

مولانا فقیر محمد جہلمی نے اس واقعہ کو ذرا اور تفصیل سے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

''فتاوی برہنہ میں آپ کے انتقال مذہب کا یہ سبب لکھا ہے کہ آپ ایک دن اپنے ماموں سے پڑھ رہے تھے کہ آپ کے سبق میں یہ مسئلہ آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو برخلاف مذہب امام ابو حنیفہ کے امام شافعی کے نزدیک عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں، آپ اس مسئلہ کے پڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ''میں اس شخص کی ہرگز پیروی نہیں کرتا جو مجھ جیسے آدمی کی ہلاکت کی پرواہ نہ کرے'' کیوں کہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ فوت ہوگئی تھیں اور آپ پیٹ چیر کر نکالے گئے تھے، یہ حال دیکھ کر آپ کے ماموں نے آپ سے کہا ''خدا کی قسم تو ہرگز فقیہ نہیں ہوگا'' پس جب آپ خدا کے فضل سے فقہ وحدیث میں امام بے عدیل اور فاضل بے مثل ہوئے تو اکثر کہا کرتے تھے کہ ''میرے ماموں پر خدا کی رحمت نازل ہو اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے مذہب شافعی کے بموجب ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے''-----[1]

---

[1] حدائق حنفیہ، ص156

تحوّل مذہب میں امام طحاوی کی ---اپنی روایات---

مذہب حنفی میں انتقال کے سبب کی روایات جو خود امام طحاوی رحمہ اللہ علیہ سے منقول ہیں ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے-----

علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ متوفیٰ 681ھ ابو یعلی الخلیلی متوفیٰ 446ھ سے راوی ہیں وہ کتاب الارشاد میں محمد بن احمد الشروطی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام طحاوی سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں سے خلاف کر کے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب کیوں اختیار کیا؟ تو انہوں نے کہا:

لانّی کنت اریٰ خالی یدیم النظر فی کتب ابی حنیفة فلذالک انتقلت الیه------[1]

"کیوں کہ میں دیکھا کرتا تھا کہ میرے ماموں اکثر اوقات حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتب کے مطالعے میں مشغول رہتے تھے، اس بنا پر میں آپ کے مذہب کی طرف چلا گیا"۔

---

[1] وفیات الاعیان 71/1

❁ شارح بخاری صاحب عمدۃ القاری علامہ بدر الدّین العینی بھی اسی طرح کی روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فبدأت أديم النظر فيها فاجتذبتني الى المذهب كما حملت تلك الكتب خالي على الانحياز الى ابى حنيفة في كثير من المسائل كما يظهر من مختصر المزني و مخالفاته للشافعي فيه في كثير من المسائل ------[1]

''تو میں نے آپ کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا، تو انہوں نے مجھے آپ کے مذہب کی طرف کھینچ لیا جیسا کہ انہوں نے میرے ماموں کو بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی طرف راجع کر دیا، اس سلسلے میں مختصر المزنی میں بہت سے مسائل کے اندر ان کی امام شافعی سے مخالفت دیکھی جا سکتی ہے''۔

❁ محدّث شام علامہ ابن عساکر شامی متوفی 571ھ ایک طویل سند کے ساتھ ابو سلیمان بن زبیر سے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''مجھے ابو جعفر طحاوی نے بتایا کہ سب سے پہلے میں نے امام المزنی سے

---

[1] الحاوی فی سیرۃ الطحاوی ص 17

حدیث لکھی اور ان سے فقہ شافعی سیکھی، چند سالوں کے بعد جب احمد بن ابو عمران قاضی بن کر مصر میں تشریف لائے اور انہوں نے اہل کوفہ کے مذہب پر فقہ پڑھانی شروع کی تو میں نے ان کی صحبت اختیار کر کے ان کا مذہب قبول کر لیا پھر میں نے ایک مرتبہ خواب میں امام المزنی کو دیکھا جو مجھ سے کہہ رہے تھے:

یا ابا جعفر اغتصبک ابو جعفر------[1]

"اے ابو جعفر! تجھے ابو جعفر احمد بن ابو عمران نے غصب کر لیا"۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مزنی کا کتب حنفیہ کا پڑھنا اور ان کے مطالعے میں مصروف رہنا ہی وہ عظیم سبب تھا جس نے امام طحاوی کے اندر اس مذہب کے قبول کرنے کی محبت پیدا کر دی۔ کیوں کہ اگر ان کتابوں کی اہمیت اور ان کی پسندیدگی نہ ہوتی تو وہ ان سے قطعاً استفادہ نہ کرتے، نیز یہ امر بھی واضح ہے کہ ان کے ماموں کے کتب خانہ میں ہر نوع کی فقہی کتب کی کثیر تعداد موجود تھی، جو امام طحاوی کے زیر نظر تھی اور وہ ان سے اپنے مزاج کے مناسب انتخاب کر کے ان کے مطالعے میں مصروف رہتے تھے تو یقیناً مذہب حنفی کی بعض کتب فقہی ہی ان کے انتقال مذہب کا باعث بنی ہوں گی-----

---

[1] تاریخ دمشق ج 2 ص: 89، الحاوی ص: 17

❁ امام طحاوی کے انتقال مذہب کا دوسرا سبب احمد بن ابو عمران کی مصر میں آمد بھی قرار پاتا ہے، کیوں کہ آپ نے مصر میں وارد ہونے کے بعد عہدۂ قضا پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کی مسند کو بھی زینت بخشی آپ حفظ اور علم درایت میں بلند مقام کے حامل اور فقہ وحدیث کی مجلس کا باضابطہ اہتمام فرمایا کرتے تھے-----فقہ حنفی کی تدریس کے دوران آپ دیگر فقہی مذاہب کی آراء بھی شرح وبسط سے بیان کرنے میں کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے۔ اس عظیم فقیہ اور محدّث کے حلقہء درس میں طحاوی بھی ایک طالب علم کی حیثیت سے حاضر رہا کرتے تھے-----[1]

❁ قاضی احمد بن ابو عمران سے پہلے مصر کے عہدۂ قضا پر عظیم فقیہ، بکّار بن قتیبہ الحنفی متوفٰی 270ھ فائز رہ چکے تھے۔ عظیم علمی شخصیات میں آپ کا شمار کیا جاتا تھا-----مصریوں کو حنفی مذہب کی طرف مائل کرنے میں ان کی علمی وسعت، عفت اور قضاء میں ان کی عمدہ سیرت وکردار کا بہت بڑا دخل تھا-----طحاوی کے ان سے عمدہ تعلقات تھے انہوں نے آپ سے حدیث اور فقہ میں بھی خوب استفادہ کیا تھا-----ان اشیاء نے طحاوی کی شخصیت کی تکوین اور سیرت سازی میں خوب کردار ادا کیا اور یہی

---

[1] الجواہر المضیہ 337/1

اموران کے انتقال مذہب کا غالب سبب بھی بنے-----[1]

بہر حال امام طحاوی کے انتقال مذہب میں کوئی قباحت اور غرابت نظر نہیں آتی، اس میں نکارت و بدعت کا کوئی پہلو موجود نہیں، کیوں کہ آپ سے پہلے اور آپ کے زمانے میں بھی علماء کے ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں انتقال کی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں-----

☆ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ انتقال مذہب کرنے والے علماء کرام کے اسماء کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمیں یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ پہنچی ہے کہ ہمارے دور میں بھی علماء کی ایک ایسی جماعت موجود ہے، جس نے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کیا، مگر ان کا یہ عمل کسی تعصب تقلید یا مقابلہ بازی کی بناء پر نہ تھا، بلکہ اجتہادی بصیرت اور قوتِ دلیل کے پیش نظر تھا-----[2]

---

[1] وفیات الاعیان 279/1، الجواہر المضیئۃ 458/1

[2] مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر کمال الدین اوُنال ص 19

امام طحاوی
کا
علمی سفر

تلاشِ علم کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر میں نقل مکانی کرنا طلاب علم کا قدیم سے شیوہ رہا ہے۔۔۔۔۔تاہم اس سلسلے میں امام طحاوی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مصر سے باہر صرف ایک بار شام کا سفر اختیار کیا آپ 268ھ میں قاضی القضاۃ ابو حازم عبدالحمید بن جعفر متوفی 292ھ سے ملاقات کے لیے شام تشریف لے گئے، اور ایک سال تک ان کے پاس قیام فرما کر ان سے درس فقہ لیا، اور ان سے بطریق عیسیٰ بن ابان محمد بن الحسن، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم فقہ العراق حاصل کی۔۔۔۔۔یہ سفر اگرچہ باضابطہ علمی سفروں کے ضمن میں تو شمار نہیں ہوتا کیوں کہ اس سفر کا سبب امیر مصر احمد بن طولون کی وہ درخواست تھی کہ کتابۃ الشروط کے فقہی مسئلہ پر قاضی ابو حازم کے ساتھ مناقشہ کر کے ان کی رائے معلوم کی جائے، مگر طحاوی نے اس فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے شام کے معروف شہروں۔غزہ، عسقلان، طبریہ، بیت المقدس اور دمشق میں جا کر وہاں پر مقیم علماء ومشائخ سے ملاقات کی اور ان سے بھر پور علمی استفادہ کیا۔۔۔۔۔اس کے علاوہ مؤرخین نے امام طحاوی کے کسی اور علمی سفر کا ذکر نہیں کیا شاید اس کا یہ سبب ہے کہ طحاوی کا وجود جس شہر (قاہرہ) میں تھا وہ اس وقت اسلامی ثقافت کا عظیم مرکز اور

کعبۃ العلماء کے نام سے معروف تھا، اور اطراف عالم سے طلاب علم استفادہ وافادہ کے لیے اس شہر کا رخ کرتے تھے، اسی لئے طحاوی کو کسی دوسرے شہر کی طرف ارتحال کی ضرورت پیش نہ آئی -----

☆ علامہ زاہد الکوثری مصری متوفی 1371ھ فرماتے ہیں:

''امام طحاوی کے مشائخ کے تراجم وحالات پر نظر رکھنے والا شخص اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ انہیں مصری، مغربی، یمنی، بصری، کوفی، حجازی، شامی اور خراسانی غرض کہ اطراف عالم کے اساتذہ وشیوخ کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ ان مشاہیر اسلام اور ماہرین علوم اسلامیہ سے انہوں نے خوب استفادہ کیا اور مصر میں وارد ہونے والے ہر محدث، فقیہ اور صاحبِ سلوک وطریقت کی خدمت میں باقاعدہ حاضر رہ کر اپنی علمی پیاس بجھائی -----یوں ان کے پاس اخبار وآثار اور علوم وفنون کا وافر ذخیرہ جمع ہوگیا-----مصر میں رہتے ہوئے انہوں نے محدّث ابن عیینہ اور ابن وہب اور ان کے طبقہ سے بھی حدیث کی سماعت کی-----چنانچہ آپ مصر میں آنے والے قضاۃ کے ساتھ بھی علمی وفکری روابط کے سلسلے میں معروف تھے-----[1]

---

[1] الحاوی سیرت طحاوی ص 20، مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اوٗنال ص 20

امام طحاوی
کا
تبحّر علمی

امام طحاوی رحمہ اللہ نے جس دور میں علمی نشو ونما پائی , وہ حدیث اور علوم حدیث کی تدوین کا سنہری دور تھا، اس دور کے کبار علماء حدیث و فقہ سے آپ کو شرف تلمّذ نصیب رہا، اور ان کے علوم سے آپ بہرہ یاب ہوئے----- آپ کتاب اللہ کے حافظ ہونے کے ساتھ اس کے احکام و معانی سے بھی خوب واقف تھے، اس سلسلے میں آپ کی کتاب احکام القرآن تاریخ تفسیر کا ایک روشن مینار ہے، پھر صحابہ و تابعین سے آیات قرآنی کی تفسیر اور ان کے اسباب نزول کی معرفت میں بھی یدطولیٰ رکھتے تھے، اس کے ساتھ آپ حافظ حدیث اور اسکے طرق و متون علل اور احوال رجال کے میدان میں بھی بلند ترین مقام کے حامل تھے----- ڈاکٹر سعد الدین اُونال مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

''امام طحاوی کو مذاہب صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ مجتہدین کے علاوہ کبار ائمہ اسلام ابراہیم نخعی، عثمان البستی، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابویعلی اور حسن بن حیّ کے فکری و اجتہادی منابع پر بھی گہری بصیرت حاصل تھی۔ جب آپ علوم وفنوں اور فقہ وحدیث میں بام عروج پر پہنچے تو اقطار عالم سے طلاب علم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر

مستفیض ہونے لگے----

ابن زولاق قضاۃ مصر کے احوال کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

''مجھے یہ بات عبداللہ بن عمر الفقیہ نے بتائی کہ میں نے امام ابو جعفر طحاوی کو کہتے ہوئے سنا'' کہ محمد بن عبدہ القاضی کے ہاں ہر جمعرات کو فقہ کے موضوع پر مجلس قائم ہوا کرتی تھی، جس میں فقہاء اور اصحاب حدیث جمع ہوتے جب آپ نماز مغرب پڑھ کر فارغ ہوتے تو تمام لوگ چلے جاتے مگر جو حاجت مند ہوتا وہ بیٹھا رہتا، ایک رات ہم نے قاضی محمد بن عبدہ کے پہلو میں ایک طویل عمامے اور خوبصورت داڑھی والے شیخ کو دیکھا جس سے ہماری جان پہچان نہ تھی جب مجلس ختم ہوئی اور قاضی نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا باقی لوگ چلے جائیں مگر ابو سعید الفریابی اور ابو جعفر طحاوی ٹھہرے رہیں، اس کے بعد پھر قاضی نے نماز شروع کر دی فراغت کے بعد وہ اپنی مسند پر تشریف فرما ہوئے اور شمع روشن کر دی گئی تو قاضی نے کہا کوئی مسئلہ پیش کرو، وہ شیخ فرمانے لگے ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود اپنی ماں سے اور اس نے اپنے باپ سے کون سی روایت کی ہے؟ ابو سعید فریابی نے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا، تو میں نے عرض کیا ہمیں بکار بن قتیبہ نے انہوں نے ابو احمد سے انہوں نے سفیان سے، انہوں نے عبدالاعلی الثعلبی سے انہوں

نے ابوعبیدہ بن عبداللہ سے انہوں نے اپنی والدہ سے انہوں نے اپنے والد سے یہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ لیغار للمومن فلیغر ------

''بے شک اللہ تعالیٰ مومن کے لیے غیرت کھاتا ہے، اس کو بھی غیرت کھانی چاہیے''۔

اس روایت کے بعد وہ شیخ کہنے لگے، تمہیں معلوم ہے کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا، کیا بات ہے؟ تو انہوں نے کہا، میں نے تجھے شام کے وقت فقہاء کے میدان میں دیکھا اور اس وقت تجھے اصحاب حدیث کے میدان میں دیکھ رہا ہوں یہ دو صفات تو کم ہی کسی میں جمع ہوتی ہیں، اس پر میں نے عرض کیا ''ھذا من فضل اللہ و انعامہ'' ------ [1]

علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ کتاب قضاہ مصر سے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ابوسعید محمد بن عقیل الفریابی وہ عظیم فاضل ہیں، جنہیں امام المزنی کے کبار فقہاء شافعیہ میں شمار کیا جاتا ہے، مگر طحاوی ایسے بحر العلوم کے سامنے وہ بھی خاموش دکھائی دیتے ہیں ------ اسی وسیع ترین علم کے پیش نظر امام

---

[1] الحاوی ص 21/20

طحاوی نے ایسی کتب تالیف کیں کہ ان کے دور میں ان کی نظیر نہیں ملتی ------[1]

امام طحاوی کا فقہی مقام

جہاں تک امام طحاوی رحمہ اللہ کے فقہی مرتبے کے تعیّن کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں ابن کمال پاشا احمد بن سلیمان رومی الحنفی متوفی 940ھ نے آپ کو طبقہ ثالثہ میں رکھا ہے۔ انہوں نے فقہاء کو سات طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ یہ فقہاء کرام کا وہ طبقہ ہے جو ایسے مسائل میں اجتہاد کا حق رکھتا ہے جن میں صاحب مذہب کی طرف کوئی روایت نہیں ہوتی ------ چنانچہ اس طبقہ کے فقہاء فروع و اصول میں صاحبِ مذہب کی مخالفت پر قدرت نہیں رکھتے، البتہ وہ ایسے مسائل جن میں صاحب مذہب کی طرف سے کوئی نص نہیں ہوتی ان میں اس مذہب کے مقررہ اصول وقواعد کی روشنی میں استنباطِ احکام کا فریضہ انجام دیتے ہیں ------[2]

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے فقہاء حنفیہ کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے اور امام طحاوی کو انہوں نے دوسرے طبقہ میں رکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

---

[1] الحاوی ص 21 [2] الطبقات السنیہ ص 42/41، النافع الکبیر شرح جامع الصغیر مطبعہ کراچی ادارۃ القرآن، حسن التقاضی فی سیرۃ ابی یوسف القاضی الکوثری ص 3

''یہ مجتہدین فی المذہب کا وہ طبقہ ہے، جو اپنے شیخ کے مقررہ قواعد کی روشنی میں ادلۂ شرعیہ سے احکام استنباط کرنے کی قدرت و طاقت رکھتا ہے-----اس میں سیدنا ابو حنیفہ کے اصحاب حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرھما شامل نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات اگرچہ بعض فروعی احکام میں اپنے شیخ کی مخالفت بھی کر جاتے ہیں مگر قواعد الاصول میں اس کی تقلید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں-----قدیم فقہاء کی نظر میں یہی طحاوی کا فقہی مرتبہ و مقام ہے-----[1]

مگر بعض متاخرین فقہاء حنفیہ نے ابن کمال پاشا کی اس تقسیم پر سخت تنقید کرتے ہوئے اسے مسترد کر دیا ہے۔ ان میں شہاب الدین بن بہاء الدین المرجانی متوفی 1306ھ سرفہرست نظر آتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''ابن کمال پاشا کا فقہاء احناف کو سات درجات میں تقسیم کر کے امام طحاوی کو تیسرے درجے میں رکھنا قطعاً درست نہیں''۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

بل هو أي التقسيم بعيد عن الصحة بمراحل فضلاً عن حسنه جدًا فانه تحكمات باردة و خيالات فارغة و

---

[1] الفوائد البهیہ ص32/31

کلمات لاروح لها والفاظ غیر محصّلة المعنی------[1]

''بلکہ یہ تقسیم کئی درجے صحت سے دور ہے، چہ جائے کہ اسے حسن کہا جائے کیوں کہ یہ محض تحکمات (وجہ ظاہر کیے بغیر اپنا فیصلہ ٹھونس دینا) صرف خیالات، بے مقصد کلمات اور مہمل الفاظ ہیں''۔

ابوبکر ابن قفال متوفی 336ھ، ابوعلی بن خیران متوفی 320ھ-----[2] قاضی حسین بن صالح متوفی 462ھ فقہاء شافعیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں:

نحن لسنا مقلدین للشافعی رحمه الله تعالیٰ بل وافق رأینا رأیه

''ہم حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے موافق ہوئی ہے''۔

امام طحاوی کے حال سے بھی یہی ہوتا ہے، جب آپ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کو لیتے ہیں اور ان کے اقوال سے استدلال واحتجاج کرتے ہیں تو آپ بھی اسی مقام اجتہاد پر نظر آتے ہیں-----آپ شرح

---

[1] حسن التقاضی الکوثری ص 104 [2] طبقات الفقہاء الشیرازی ص 112

معانی الآثار کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

اذکر فی کل کتاب مافیه من الناسخ و المنسوخ و تاویل العلماء و احتجاج بعضهم علی بعض و اقامة الحجة لمن صح عندی قوله منهم بما یصح به مثله من کتاب اوسنة او اجماع او تواتر من اقاویل الصحابة او تابعیهم رضوان الله علیهم ------[1]

''میں اپنی اس پوری کتاب میں ناسخ و منسوخ، علماء کی تاویل اور بعض کی بعض پر حجت لانے کا ذکر کروں گا، مگر اقامتِ حجت صرف اس کے لیے کروں گا جس کا قول میرے نزدیک صحیح قرار پائے گا اور اسکی صحت کی تائید کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ یا اجماع یا صحابہ یا تابعین کے اقوال کے تواتر سے بھی ہوگی''۔

علامہ امام المرجانی رحمہ اللہ ابن کمال پاشا کے اس قول ''کہ اس طبقۂ ثالثہ کے فقہاء مثلاً الخصاف وطحاوی اور الکرخی رحمہ اللہ اصول وفروع میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی طاقت و ہمت نہیں رکھتے'' کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] شرح معانی الآثار ص 11/1

لیس بشیء-----"بے اصل وغیر معتبر ہے"

کیوں کہ ان حضرات نے بے شمار مسائل میں امام موصوف کی مخالفت کی ہے۔ ان کے پاس اصول وفروع میں اختیارات، قیاس وسموع کے ساتھ مستنبط اقوال اور منقول ومعقول کے ساتھ استدلالات میں فقہ خلافیات اور اصول کی کتب کا مطالعہ رکھنے والا انسان اس حقیقت سے پوری آگاہی رکھتا ہے-----[1]

علامہ عبدالحی لکھنوی دہلوی بھی طبقہ ثالثہ میں طحاوی کو رکھنے پر ابن کمال پاشا کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وهو منظور فيه فانه له درجة عالية ورتبة شامخة قد خالف بها صاحب المذهب فى كثير من الأصول والفروع ومن طالع شرح معانى الآثار و غيره من مصنّفاته يجده يختار خلاف ما اختاره صاحب المذهب كثيماً فالحقّ انه من المجتهدين المنتسبين الذين ينتسبون الى امام معين من المجتهدين لا يقلّدونه لافى ألفروع ولا فى الاصول لكونهم متصفين

---

[1] حسن التقاضی علامہ الکوثری ص 109/108

بالاجتهاد وانما انتسبوا اليه لسلوكهم طريقه فی الاجتهاد وان انحطّ عن ذالک فهو من المجتهدين فی المذهب القادرين علی استخراج الاحکام من القواعد التی قرّرها الامام ولاتنحطّ مرتبته عن هذه المرتبة ابداً علی رغم انف من جعله منحطاً وبالحملة فهو فی طبقة ابی يوسف و محمد لا ينحطّ عن مرتبتهما علی القول المسدّد------[1]

''اس میں غور وتأمّل کی ضرورت ہے کیوں کہ وہ بلند رتبہ ومقام کے حامل ہیں، انہوں نے بہت سے اصول وفروع میں صاحب مذہب (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کی مخالفت کی ہے ان کی معروف تصنیف شرح معانی الآثار اور دیگر تالیفات کا مطالعہ کرنے والا شخص اس امر سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ وہ صاحب مذہب کے خلاف امور کو مختار تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ حق یہی ہے کہ وہ ان مجتہدین میں شامل ہیں جو کسی معیّن مجتہد امام کی طرف انتساب رکھتے ہیں مگر اصول وفروع میں وہ اسکے مقلد نہیں ہیں کیوں کہ وہ

---

[1] التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ ص 32/31

خود اجتہاد کے ساتھ متصف ہیں اور کسی معیّن مجتہد امام سے ان کے انتساب کی وجہ یہ ہے کہ وہ طریقۂ اجتہاد میں اس امام کی راہ کو اپنائے ہوتے ہیں اور اگر امام طحاوی اس مرتبہ سے نیچے بھی آجائیں تو بھی ان کا شمار ان مجتہدین فی المذہب میں ہوگا جو اپنے امام کے مقررہ قواعد کی روشنی میں احکام شرعیہ کے استخراج کی قدرت رکھتے ہیں، مگر اس مرتبے سے بھی وہ کم مرتبہ کبھی نہیں ہو سکتے۔ گرد آلود ہو اس شخص کا ناک جو انہیں اس مرتبے سے بھی کم سمجھتا، خلاصہ یہ ہے کہ طحاوی امام ابو یوسف اور امام محمد کے طبقے میں داخل ہیں اور قول محقق کے مطابق ان کا طبقہ ان سے کم درجے کا نہیں ہے"۔

اس مقام پر امام طحاوی کے متعلق معروف حنفی محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ یوں اظہار رائے کرتے ہیں:

فقال هو لا شك ممن بلغ مرتبة الاجتهاد المطلق وان حافظ على انتسابه لأبي حنيفة-----[1]

---

[1] الاشفاق علی احکام الطلاق مجلہ الاسلام القاہرہ ص 41، الامام ابو جعفر طحاوی فقیہا رسالہ دکتوراہ عبداللہ نذیر احمد جامعہ ام القری مکہ 1408ھ

''یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ طحاوی کا شماران ائمہ کرام میں
ہوتا ہے جو اجتہاد مطلق کے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں، اگرچہ طحاوی
نے امام ابوحنیفہ سے اپنی نسبت کی محافظت کالحاظ رکھا ہے''۔

بہر حال امام طحاوی رحمہ اللہ فقہ میں مستقل شخصیت کے حامل ہیں، وہ
اصول وفروع میں کسی کے مقلد نہیں وہ اسی کو حق مانتے ہیں جہاں ان کا اجتہاد
انہیں لے جاتا ہے----رحمه الله رحمة واسعة

امام أبو جعفر طحاوی کا فقہ و اجتھاد میں مرتبہ

علامہ ابن زولاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے أبو جعفر طحاوی کے صاحبزادے ابوالحسن علی بن ابوجعفر طحاوی کا
یہ قول سماعت کیا، کہ میرے والد نے امام ابوعبید بن حربویہ کے علم وفقہ کا ذکر
کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک بار میرے ساتھ مسائل میں مذاکرہ کر رہے تھے
اور میں نے ایک مسئلہ پر انہیں جواب دیا تو وہ کہنے لگے یہ امام أبو حنیفہ رضی
اللہ عنہ کا قول تو نہیں تو میں نے ان سے کہا:

ایھا القاضی أو کلّ ماقاله أبو حنيفة اقول به فقال

ماظننتک الا مقلّدا فقلت له وهل یقلد الا عصبی فقال لی أوغبی------[1]

''اے قاضی جو کچھ امام اُبو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کیا میں بھی وہی کہوں انہوں نے کہا میں تو تجھے مقلد گمان کرتا تھا میں نے جواب دیا مقلّد تو عصبی (متعصب) ہوتا ہے انہوں نے کہا یا پھر غبی (کندذہن) ہوتا ہے۔ پورے مصر میں یہ جملہ ضرب المثل کے طور پر پھیل گیا''-----

یہ قول اس اُمر کی دلیل ہے کہ امام اُبو جعفر طحاوی اجتہاد میں بلند درجہ پر فائز تھے-----

محدّث کبیر امام علی القاری نے الجواہر المضیہ کے حاشیے میں آپ کو اجتہاد کے تیسرے طبقہ میں رکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

الطبقة الثالثة المجتهدین فی المسائل التی لا روایة فیها عن صاحب المذهب کالخصّاف وابی جعفر الطحاوی وأبی الحسن الکرخی و شمس الائمة الحلوائی وشمس الائمة السرخی وفخر الاسلام

---

[1] الحاوی سیرۃ الطحاوی امام الکوثری

البزدوی و فخر الدین قاضی خان وأمثالهم فانهم لا یقدرون علی المخالفة للشیخ لافی الأصول ولا فی الفروع ولکنهم یستنبطون الأحکام فی مسئلة لا نص فیھا علی حسب أصول قرّرھا و قواعد بسطھا۔۔۔۔۔[1]

''تیسرا طبقہ وہ ائمہ جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت نہیں ہوتی، جیسے خصاف، اَبو جعفر طحاوی، اَبو الحسن کرخی، شمس الأئمہ حلوائی، شمس الأئمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی فخر الدین قاضی خان اور ان جیسے دیگر ائمہ اسلام۔۔۔۔۔ یہ حضرات اُصول اور فروع میں اپنے شیخ کی مخالفت کرنے کی طاقت تو نہیں رکھتے، البتہ جس مسئلے میں کوئی نص نہیں ہوتی اس میں استنباط کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہوتے ہیں''۔

محدّث ہند، شاہ عبدالعزیز دھلوی رحمہ اللہ نے بستان المحدّثین میں اس مسئلہ پر عمدہ بات کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

---

[1] الجواہر المضیۃ، عبدالقادر محدث مصر

أن مختصر الطحاوی یدل علی أنه کان مجتهداً ولم یکن مقلّدا للمذهب الحنفی تقلیداً محضاً فانه اختار فیه أشیاء تخالف مذهب أبی حنیفة لما لاح له من الأدلة القویة------[1]

''امام اَبو جعفر طحاوی کی کتاب مختصر الطحاوی اس امر پر شاہد ہے کہ وہ محض مذہب حنفی کے مقلد نہ تھے بلکہ مجتہد تھے، کیوں کہ آپ نے اس کتاب میں ایسی اشیاء اور مسائل کو اختیار کیا ہے جو مذہب ابو حنیفہ کے مخالف ہیں، مگر یہ علم انہوں نے قوی دلائل کے سامنے آنے پر ہی اپنایا ہے''۔

أبو جعفر طحاوی کی جرح و تعدیل اور اس کا أسلوب

رواۃِ حدیث پر جرح وتعدیل کے سلسلے میں امام اَبو جعفر طحاوی کا کلام کتب جرح وتعدیل میں مذکور ومرقوم ہے، آپ کی کتاب معانی الآثار اور مشکل الآثار میں بھی یہ بحث مفصل طور پر دیکھی جا سکتی ہے----- علامہ

[1] امانی الاحبار ج1 ص59، طبعہ ملتان

ابن کثیر سیوطی یافعی ، اور ملا علی القاری کا قول ہے کہ آپ نے اسماء الرجال پر کتاب الکبیر بھی تصنیف فرمائی ہے-----

علی القاری فرماتے ہیں:

"نقص المدلسین علی الکرابیسی اور ردّ علی أبی عبید فیما أخطأ" ایسی کتابیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ امام طحاوی اس میدان میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے"۔

اور ابن عدی ابن یونس اور الطبرانی وغیرہم ائمہ جرح وتعدیل نے آپ سے ہی اس فن کو حاصل کیا----- اس موضوع پر آج امام طحاوی اور ان کے تلامذہ کی کتابیں مطبوعہ شکل میں ہمیں دستیاب نہیں کہ ہم اندازہ کرسکیں کہ رواۃ حدیث پر ان حضرات کی جرح وتعدیل کا انداز کیا تھا، اس وقت حافظ ابن حجر کی کتابیں مطبوعہ صورت میں دکھائی دیتی ہیں جن کی حنفیوں پر تنقید وتنقیص کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں-----

ابن حجر کے ایک ممتاز شاگرد امام سخاوی رحمہ اللہ الدّرر الکامنہ کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

لایستطیع أن یترجم لحنفی الآباخسا لحقه و منتقصا الشانه-----

''وہ تراجم اور تعارف میں کسی حنفی کے حق میں بخیلی اور اس کی شان گھٹائے بغیر ہمت اور طاقت نہ رکھتے تھے''۔

یہی بات محبؒ ابن الشحنہ نے بھی کہی ہے، وہ فرماتے ہیں:

أنه لا يعول على كلامه فى حنفى متقدم ولا متاخر لبالغ تعصبه ولأجل هذا التعصب ترك ذكر الامام الطحاوى فى تراجم الثقات الأثبات المشاهير الذين أخذمنهم الطحاوى و أخذوا عنه------[1]

''ابن حجر کی کلام پر کسی اگلے یا پچھلے حنفی کے متعلق اعتماد نہیں کیا جاتا، کیوں کہ وہ ان کے بارے شدید تعصب کا شکار تھے، اسی تعصب کی بنا پر انہوں نے ثقات، اَثبات اور مشہور ائمہ کے ترجمہ و تعارف میں جن سے امام طحاوی نے علم وفن حاصل کیا یا جنہوں نے امام طحاوی سے کسب فیض کیا''۔

امام طحاوی کا نام تک نہیں لیا، البتہ کسی ضرورت کے تحت جرح وتعدیل کے سلسلے میں ان کی کتب تہذیب التھذیب اور اللسان میں امام طحاوی کے اَقوال کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً ابن حجر اپنی کتاب تہذیب التھذیب میں جعفر بن

---

[1] مقدمہ امانی الاحبار ص 48

ربیعہ الکندی مصری کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

قال الطحاوی لا نعلم له من أبی سلمة سماعا

"طحاوی کا قول ہے کہ ہمیں اُبوسلمہ سے ان کے سماع کا علم نہیں"

اور حسن بن عیاش اُسدی کوفی کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

قال الطحاوی ثقة حجة

"طحاوی کا قول ہے کہ یہ ثقہ اور حجت تھے"

محمد بن عمرو بن عطاء عامری کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

روایته عن أبی قتاده مرسلة کذا قال الطحاوی

"اُبوقتادہ سے ان کی روایت مرسل کا درجہ رکھتی ہے طحاوی کا بھی یہی قول ہے"۔

محمد بن مسلم بن عثمان الرازی، اُبوعبداللہ بن وارۃ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

قال الطحاوی ثلثة من علماء الزمان بالحدیث اتفقوا بالذی لم یکن فی الأرض فی وقتهم مثلهم أبو شرعة وأبو حاتم وابن وارة

"اُبو زرعہ، اُبو حاتم اور ابن وارہ طحاوی کے قول کے مطابق علم الحدیث کے بے مثال عالم تھے"۔

مندل بن علی کوفی کے ترجمے میں لکھتے ہیں

قال الطحاوی لیس من أھل التثبت فی الروایة بشیء و لا یحج به

”طحاوی کا قول ہے کہ یہ روایت کے سلسلے میں ٹھوس اور پختہ نہ تھا، اور قابل حجت بھی نہیں“۔

جرح وتعدیل کے سلسلے میں امام طحاوی کے یہ اقوال ان کی اس فن میں مہارت اور قابلیت کا بیّن ثبوت ہیں----معانی الآثار اور مشکل الآثار میں اس فن کا اوج وکمال دیکھا جاسکتا ہے----[1]

علم شروط اور امام طحاوی کا مقام

اہل علم، اس بات سے پوری طرح باخبر ہیں کہ علم شروط بھی علم فقہ کی فروع میں شامل ہے۔علامہ تاش کبریٰ زادہ متوفی 968ھ اسکی تعریف یوں کرتے ہیں:

علم الشروط و السجلات هو علم یبحث فیه عن کیفیة سوق الاحکام الشرعیة المتعلقة بالمعاملات فی الرقاع والدفاتر لیتحجّ بها عند الحاجة الیها-----[2]

---

[1] مفتاح السعادہ طبعہ دار الکتب الحدیثہ 60/2

[2] الجواہر المضیۃ، عبد القادر مصری قرشی، امانی الاحبار ص48 ج1

''علم شروط و مسجّلات (معاہدات کی رجسٹریشن) وہ علم ہے جس میں احکام شرعیہ جو معاملات سے تعلق رکھتے ہیں کی دفاتر اور رجسٹروں میں اندراج کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے تاکہ بوقت ضرورت اس سے حجت اور سند لائی جاسکے''۔

یہ وہی علم ہے، جسے آج کل ''علم توثیق کتاب العدل'' اور وثیقہ نویسی قرار دیا جاتا ہے-----علم فقہ کے ساتھ ہی مسلم علماء نے اس علم کا باضابطہ اہتمام کیا، کیوں کہ تسجین رجسٹریشن کے اعتبار سے اس کا فقہ المعاملات سے گہرا تعلق تھا-----[1]

اس معنی کو واضح کرتے ہوئے امام طحاوی رحمہ اللہ اپنی کتاب الشروط الصغیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

قدوضعت کتابی ھذا مختصراً فی المعانی التی یحتاج الناس الی انشاء الکتب علیھا فی البیاعات والشفع والاجازات والصدقات المملوکات والصدقات الموقوفات فی سائر مایحتاج الی الاکتتاب-----[2]

---

[1] مذاکرات تاریخ الفقہ الاسلامی ص 41 [2] الشروط الصغیر ص 4

''میں نے اپنی اس کتاب میں مختصراً ان معانی کا ذکر کیا ہے جن کی طرف لوگ انشاء کتاب کے سلسلے میں محتاج ہیں۔ مثلاً بیوع، شفعہ، اجارات، صدقات مملوکہ اور صدقات موقوفہ یہ وہ تمام معاملات ہیں جن میں تحریر اور انشاء کتابت کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے''۔

اپنے دور میں حضرت امام طحاوی اس علم کے اندر بھی کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے ----- اس علم میں آپ کی مہارت اور تجربات اس دور کے شروطی علماء سے کسی طور پر بھی کم نہ تھے ----- اس فن میں آپ کے ہم عصر علماء کے کچھ اسماء یہ ہیں:

بشر بن ولید کندی حنفی متوفٰی 238ھ، ابراھیم بن خالد کلبی بغدادی متوفٰی 238ھ، ہلال بن یحیٰی الرائی متوفٰی 245ھ، سب سے پہلا مصنف علم الشروط اور عبدالحمید بن عبدالعزیز ابوحازم القاضی متوفٰی 292ھ۔

امام طحاوی نے علم الشروط کے ان ماہرین کے تجربات و معلومات سے بایں طور استفادہ کیا کہ تمام پر بازی لے گئے اور اپنے وسیع تجربات کے نتائج اور طویل مہارت کو اپنی کتابوں میں درج کر کے علم الشروط کی تاریخ میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے ----- آپ کی کتاب ''الشروط الصغیر'' تو اس فن میں آپ کی تمام کتابوں کا خلاصہ تصور کی جاتی ہے، امام طحاوی اپنی

کتاب الشروط الکبیر کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

قد وضعت هذا الكتاب على الاجتهاد منّى لاصابة ما امر الله عزوجل به من الكتاب بين الناس بالعدل على ما ذكرت فى صدر هذا الكتاب لما على الكاتب بين الناس وجعلت ذالك أصنافاً ذكرت فى كل صنف فيها اختلاف كل فريق منهم وذكرت ماصحّ عندى من مذاهبهم------[1]

''میں نے اپنی اس کتاب میں اپنی طرف سے مجتہدانہ روش اختیار کی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کہ ''لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے کتابت کرو'' میں اصابت رائے حاصل ہو، جیسا کہ میں نے اس کتاب کے آغاز میں بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ایک کاتب کی لوگوں کے معاملات کو تحریر کرنے میں کیا ذمہ داری ہے پھر میں نے اس مسئلہ پر بہت سی قسمیں بنائی ہیں اور ہر قسم کے اندر ہر فریق کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے پھر اہل علم کے مذاہب سے جو مجھے صحیح نظر آیا اس کا بھی ذکر کر دیا ہے''۔

---

[1] الشروط الکبیر 21/1

مندرجہ بالا تقریر سے یہ بات کامل طور پر کھل جاتی ہے کہ لاریب امام طحاوی علم الشروط میں بھی خداداد بصیرت اور منفرد اسلوب کے اعتبار سے مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے، اسی لیے علم الشروط میں آپ کا دور پختگی اور کمال کا دور شمار کیا جاتا ہے-----

امام ابن زولاق متوفٰی 387 ھ فرماتے ہیں کہ امام طحاوی تسجیلات، شہادات اور شروط میں وجیہ النقد تھے-----[1] یہی تاثر امام القضاعی متوفٰی 454ھ کا بھی ہے، وہ کتاب الخطط میں لکھتے ہیں:

برع الطحاوی فی علم الشروط------[2]

''طحاوی، علم الشروط میں بہت اونچے تھے''۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

[1] لسان المیزان 281/1

[2] وفیات الاعیان 71/1، طحاوی شروطیا روحی اوز جان جامعہ بغداد کلیۃ الآداب 1973ء

امام طحاوی
اور
علم حدیث
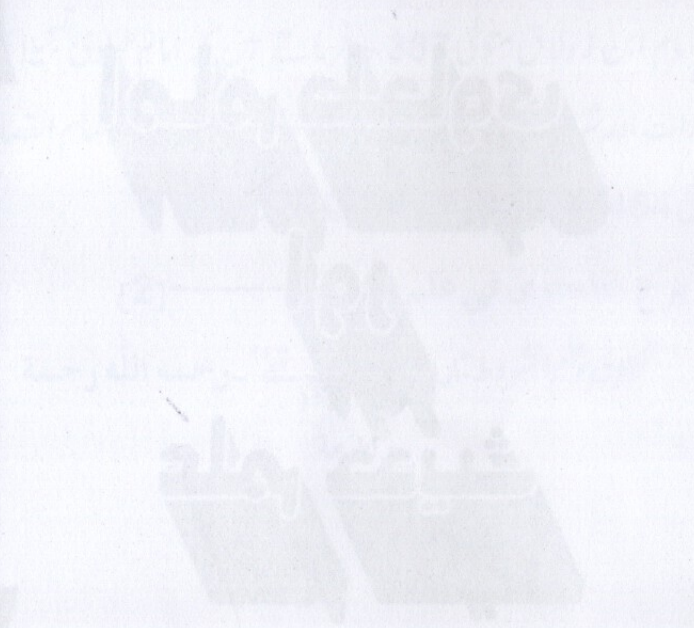
امام طحاوی رحمہ اللہ حدیث، اس کے علوم ومتون اور علل اور اسکے رجال میں کس درجہ اور کمال پر فائز تھے اس کے لیے آپ کی کتاب مشکل الآثار کا مطالعہ ہی کافی قرار دیا گیا ہے------ یہ علوم حدیث کے مشکل ترین فن میں آپ کی قلم سے نکلا ہوا وہ شاہکار ہے جس نے ہر دور کے محقق علماء اور محدثین سے داد تحسین وصولی کی ہے------ اس میں آپ ظاہری طور پر متناقض احادیث کا معالجہ کرتے ہوئے یہ طریقہ کار استعمال کرتے ہیں کہ ظاہراً دو متضاد المعنی حدیثیں پیش کر کے ان کے درمیان جمع کی تطبیق کرتے ہیں، یا پھر محدثین کے نزدیک معروف طریقہ پر ایک کو دوسری پر ترجیح دیتے ہیں------ علوم الحدیث کے اس عظیم اور دقیق فن کے متعلق شیخ ابن الصلاح رحمہ اللہ یوں رقم طراز ہیں:

انما یکمل للقیام به الآئمة الجامعون بین صناعتی الحدیث والفقه والغوّاصون علی المعانی الدقیقة------[1]

”اس فن کا حق وہی ائمہ ادا کر سکتے ہیں، جو حدیث اور فقہ کے ماہر

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث دار الحکم دمشق ص 143

اور جامع ہیں، اور دقیق معانی کے اندر غوطہ زنی کی صلاحیت سے مالا مال ہیں"۔

علامہ الکوثری مصری رحمہ اللہ بھی امام طحاوی کی معروف اور کثیر الفوائد کتاب مشکل الآثار پر انتہائی وقیع اور جامع تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

من اطلع علی اختلاف الحدیث للامام الشافعی رحمہ اللہ و مختلف الحدیث لابن قتیبۃ ثم اطلع علی کتاب الطحاوی ھذا یزداد اجلالاً لہ و معرفۃ لمقدارہ العظیم -----[1]

"جو شخص امام شافعی رضی اللہ عنہ کی کتاب اختلاف الحدیث اور امام ابن قتیبہ کی مختلف الحدیث کا مطالعہ کرنے کے بعد طحاوی کی اس کتاب مشکل الاثار پر مطلع ہوتا ہے تو اسکے دل میں آپ کی تعظیم اور قدر و منزلت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے----- پھر علم حدیث اور اسکی علل اور رجال کی معرفت میں طحاوی کا کمال ملاحظہ کرنا ہو تو ان کی کتاب شرح معانی الآثار اور احکام القرآن ہی کافی و وافی ہیں----- احکام القرآن جسے چند ہی سال قبل دو جلدوں میں

[1] الحاوی فی سیرۃ الطحاوی ص36

استانبول (ترکی) سے طبع کیا گیا، دراصل بیس اجزاء

میں مرقوم ہے-----

علامہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ، الاکمال میں فرماتے ہیں:

ان له الف ورقة فی تفسیر القرآن وهو احکام القرآن

''طحاوی نے تفسیر قرآن میں ہزار صفحہ رقم کیا ہے اوراس کا نام احکام القرآن ہے''۔

❁ اسماء الرجال کے فن میں آپ کی کتاب ''التاریخ الکبیر'' نے بھی اہل علم سے خوب تعریف وتوقیر حاصل کی ہے-----اگرچہ تاحال آپ کی یہ عظیم القدر کتاب مفقود چلی آرہی ہے مگر کتب رجال کے مؤلفین نے اس سے اقتباس کرتے ہوئے آپ کے قیمتی اوراہم فقرات کا تذکرہ کیا ہے، جس سے اس کتاب کی اہمیت اورصاحب کتاب کی قدرومنزلت کا پتہ چلتا ہے-----

❁ یوں ہی اس فن میں تحریر کیا ہوا آپ کا رسالہ ''التّسویه بین حدّثنا وأخبرنا'' بھی امام طحاوی کے علم حدیث میں مرتبہ وکمال کی خبر دیتا ہے۔

اس میدان میں آپ کی کتاب نقض المدلّسین علی الکرابیسی

اور کتاب الرّد علی ابی عبیدہ بھی فن حدیث میں آپ کی جلالت اور
گہری بصیرت کا بیّن ثبوت ہیں----- ان کتب قیّمہ کی روشنی میں امام
طحاوی محدثین کی طرف سے تعظیم و تکریم پائیں تو یہ ان کا استحقاق
ہے----- آئندہ سطور میں امام طحاوی کے حق میں جلیل القدر ائمہ اسلام
کے کلمات خیر اور تعریفی اقوال کا تذکرہ کرنے جارہے ہیں اس سلسلے میں
مزید معلومات کے لیے ڈاکٹر عبدالمجید محمود کی کتاب ابو جعفر طحاوی و
أثرہ فی الحدیث انتہائی مفید ثابت ہوئی ہے۔

امام طحاوی
اہل علم
کی نظر میں
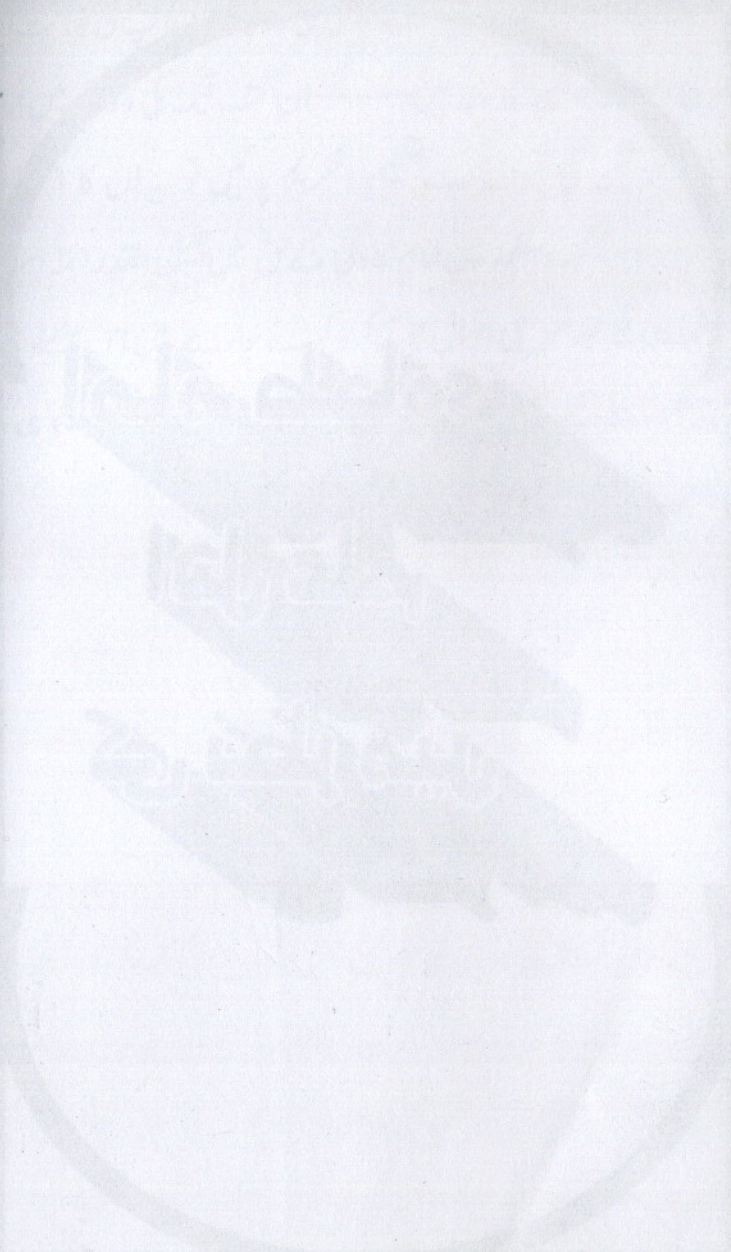
اہل علم میں اسلاف و اخلاف امام طحاوی کی شان میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔امام حافظ ذہبی شافعی متوفی 748ھ فرماتے ہیں:

الامام، العلامه، الحافظ الکبیر، محدّث الدیار المصریة و فقیهها------[1]

طحاوی امام، علامہ کبیر، حافظ حدیث، دیار مصر کے محدث اور ان کے فقیہ تھے۔

❁ علامہ ابن تغری بردی متوفی 874ھفرماتے ہیں:

المحدّث، الحافظ، احدالاعلام، شیخ الاسلام، امام عصره بلا مدافعة فی الفقه و الحدیث و اختلاف العلماء و الاحکام و اللغة و النحو------[2]

''محدّث، حافظ، یکتا عالم، شیخ الاسلام، فقہ، حدیث، لغت، نحو اور علماء و احکام میں اختلاف رائے رکھنے میں بلا مقابلہ اپنے دور کے امام و پیشوا تھے''۔

❁ امام ابن کثیر شامی حنبلی متوفی 774ھ فرماتے ہیں:

---

[1] سیر اعلام النبلاء 28/15 [2] النجوم الزاہرہ 239/3

احد الثقات الاثبات و الحفاظ الجهابدة ------[1]

''بے مثال حافظ اور ممتاز ثقہ علماء سے تھے''۔

❁ آپ کے ہم عصر شاگرد اور مورخ ابوسعید بن یونس تاریخ العلماء المصریین میں فرماتے ہیں:

کان الطحاوی ثقة ثبتاً فقیهاً عاقلاً لم یخلف مثله------[2]

''طحاوی ثقہ، حجت، فقیہ، ذکی تھے ان کے بعد ان جیسا کوئی نہ آیا''۔

بعد میں آنے والے مترجمین و مؤرخین نے اس مقولہ میں مزید اضافہ کر دیا اور آپ کے اوصاف حمیدہ اور ذکر جمیل میں عمدہ کلمات کہے-----

❁ امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

کان من اعلم الناس بسیر الکوفیّین و اخبارهم مشارکته فی جمیع مذاهب الفقهاء------[3]

''تمام مذاہب فقہاء میں مشارکت کے ساتھ اہل کوفہ کی سیرت اور اخبار کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے''۔

---

[1] البدایہ والنہایہ 186/11 [2] الحاوی ص 13 [3] الحاوی ص 13

❀ علامہ ابن الندیم رحمہ اللہ کا قول ہے

وكان اوحد زمانه علماً وزهداً------[1]

''علم اور زہد وتقوٰی میں اپنے زمانے کے یکتا تھے''۔

❀ شارح بخاری علامہ بدر الدین العینی متوفٰی 855ھ آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام طحاوی کے ثقہ اور ان کے علمی امانت داری پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے۔ علم حدیث، اسکی علل اور ناسخ ومنسوخ میں تو انہیں کامل مہارت حاصل تھی، اس فن میں تو ان کی نظیر نہیں ملتی، خلف وسلف نے آپ کی مدح وثناء کی ہے، آپ کی تعریف کرنے والوں میں محدثین کے علاوہ اہل تاریخ بھی شامل ہیں۔ مثلاً امام طبرانی متوفٰی 360ھ، ابو بکر الخطیب متوفٰی 463ھ، ابو عبداللہ الحمیدی متوفٰی 488ھ، حافظ ابن عساکر شامی متوفٰی 571ھ، حافظ ابو الحجاج المزّی متوفٰی 724ھ، حافظ ابو عبداللہ الذھبی 748ھ اور امام ابن کثیر شامی متوفٰی 774ھ ''وغيرهم من اصحاب التصانيف''-----[2]

---

[1] الفہرست ص 292 [2] تذکرۃ الحفاظ 1218/4، شذرات الذہب 392/2، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ 29/4

✿ علامہ الکوثری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی انصاف پسند عاقل کو اس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ امام طحاوی قرآن سنت سے احکام کو استنباط کرنے میں معتمد اور ثقہ تسلیم کیے جاتے ہیں----- فقہ کے میدان میں یدطولیٰ کے مالک اور روایت حدیث میں بھی اصحاب صحاح ستہ اور سنن کے ساتھ مشارکت کا اعزاز رکھتے ہیں۔-----[1]

امام طحاوی اور اصحاب صحاح و سنن

علامہ زاہد الکوثری الحنفی فرماتے ہیں:

''امام طحاوی، امام مسلم کے ساتھ یونس بن عبدالاعلیٰ اور امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ کے ساتھ ہارون بن سعید الایلی سے روایت میں مشارکت کا شرف رکھتے ہیں''-----

علامہ بدرالدین العینی فرماتے ہیں:

''جب صاحب الصحیح امام بخاری فوت ہوئے تو امام طحاوی کی عمر 27 برس، امام مسلم فوت ہوئے تو 32 برس، امام ابوداؤد فوت ہوئے تو 46 برس، امام ترمذی فوت ہوئے تو 50 برس، امام نسائی

---

[1] الحاوی 14/13

فوت ہوئے تو 74 برس، امام ابن ماجہ فوت ہوئے تو 44 برس، اور جب امام احمد بن حنبل فوت ہوئے تو آپ 12 برس کے تھے ''-----[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہم

جب یحییٰ بن معین 233ھ میں فوت ہوئے تو امام طحاوی 4 برس کے تھے۔ ابو جعفر طحاوی کی عمر کا یہ حساب اس قول صحیح پر ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت 229ھ میں ہوئی تھی----- حافظ محمد بن عبدالغنی بن ابوبکر بن نقطہ بغدادی نے کتاب ''التقیید لمعرفة رواة الأسانید '' کے باب الأحمدین میں بھی اسی قول کو مختار سمجھا ہے-----

بہرحال امام طحاوی ان ائمہ کبار اور حفاظ کے معاصر اور ہم زمانہ تھے، بلکہ بعض ائمہ کرام کے ساتھ تو وہ ان کی روایت میں بھی شریک تھے۔

❁❁❁❁❁

---

[1] مقالات کوثری ص 169 مطبعہ الانوار القاہرہ

ائمہ حدیث کے ساتھ امام طحاوی
---کی روایت میں شراکت---

احمد بن سنان

امام طحاوی نے ان سے حسن بن عمر بن شقیق کے طریق سے مشکل الآثار میں ایک حدیث روایت کی ہے۔ غالب ظن یہ ہے کہ یہ ابو جعفر احمد بن سنان بن اسد بن حبان وہی بزرگ ہیں جن سے بخاری مسلم ابوداود، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کی ہے------[1]

احمد بن حماد التجیبی أبو جعفر المصری

امام طحاوی نے یحیٰی بن عبداللہ بن بکیر کے طریق سے مشکل الآثار میں آپ سے روایت کی ہے۔ امام نسائی نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ اور اس کا ثبوت تہذیب التہذیب سے بھی ملتا ہے۔

احمد بن عبدالرحمان بن وہب مصری

معانی الآثار اور مشکل الآثار میں آپ سے متعدد احادیث کی روایت موجود ہے، تہذیب التہذیب میں انہیں امام مسلم کے مشائخ میں گنا گیا

---

[1] أمانی الاحبار ص:44

ہے----- حافظ ابن حجر نے ابن وھب کو امام طحاوی کے مشائخ سے شمار کیا ہے مگر بڑے تعجب کی بات ہے کہ حافظ نے جہاں ابن جریر اور ابن ابوداؤد کو ان کے تلامذہ میں شمار کیا وہاں انہوں امام طحاوی کا ذکر نہیں کیا-----

ابراهيم بن حسن بن الهيثم أبواسحاق المصيصى

امام طحاوی نے مشکل الآثار میں ان سے ایک حدیث روایت کی ہے، ان سے ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے-----

ابراهيم بن موسىٰ بن جميل ابو اسحاق أموى أندلسى

تہذیب التھذیب میں حافظ کی سند کے مطابق نسائی اور طحاوی نے ان سے روایت کی ہے-----

ابراهيم بن مرزوق بن دينار أموى بصرى

امام طحاوی نے ان سے انہی دونوں کتابوں میں متعدد اَحادیث روایت کی ہیں، امام نسائی بھی ان سے روایت میں آپ کے ساتھ شامل ہیں-----

اسحاق بن ابراهيم بن يونس بغدادى أبويعقوب ورّاق

طحاوی نے ابوکریب اورا بن ابوعمر کے طریق سے ان سے متعدد اُحادیث کی روایت کی ہے، نسائی اور حسن بن ابوسفیان بھی ان سے روایت میں آپ کے ساتھ شریک ہیں-----[1]

بحر بن نصر بن سابق تلمیذ شافعی

امام طحاوی ،نسائی ،ابن جوصا،ابن ابوحاتم ، ابوعوانہ، ابن خزیمہ اور ابن صاعہ نے ان سے روایت کی ہے-----

ربیع بن سلیمان جیزی مصری

ابوداوٗد، نسائی، ابن ابوداوٗد اور طحاوی نے ان سے روایت کی ہے-----

عبدالرحمان بن عمر و نصری دمشقی أبوزرعه

ان سے أبوداوٗد، یعقوب بن سفیان ،ابن ابوحاتم، ابن ابوداوٗد، ابن صاعہ،طبرانی اور طحاوی نے ان سے روایت کی ہے-----

ربیع بن سلیمان مؤذن مرادی صاحب شافعی

ابوداوٗد،نسائی ،ابن ماجہ اور طحاوی نے ان سے روایت کی ہے-----

---

[1] تہذیب التھذیب الحافظ،مقدمہ امانی الاحبار ص:44

امام طحاوی پر اھل علم کی تنقید

مذکورہ بالا تقریر سے واضح ہوا کہ جلیل القدر ائمہ اسلام اور محدّثین و مؤرخین نے آپ کی دیانت وامانت فہم وفطانت اور حفظ ومہارت پر اجماع کر رکھا ہے----- اس قطعی شہادت کے باوجود آپ بعض متاخرین علماء اور عصر حاضر کے چند محدثین کی تنقید و تنقیص سے محفوظ نہ رہ سکے----- ان حضرات نے آپ کی علمی جلالت کو کم کرنے کے لیے آپ پر علم حدیث میں قلت معرفت اور تحقیقی میدان میں عدم مہارت کے الزامات عائد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی-----

آپ کے معترضین میں ایک نام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی الشافعی متوفی 458ھ کا ہے----- یہ بزرگ امام اپنی کتاب معرفۃ السنن والآثار--[1] میں لکھتے ہیں:

''جب میں نے یہ کتاب لکھنے کا آغاز کیا، تو مجھے میرے علمی بھائیوں سے ایک نے امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ کی ایک کتاب دی اس کے ساتھ ہی اس نے ایک مکتوب میں امام طحاوی کے متعلق یہ شکایت کی کہ انہوں نے اپنی رائے کے خلاف جانے والی اہل علم

---

[1] معرفۃ السنن والآثار 147/1

کے نزدیک صحیح قرار پانے والی احادیث کو ضعیف اور اپنی رائے کے موافق آنے والی اہل علم کے نزدیک ضعیف اخبار کو صحیح قرار دے دیا ہے----- اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کا جواب حاضر کروں کہ امام طحاوی نے استدلال کرتے وقت تصحیح و تعلیل کے سلسلے میں ایسا کیوں کیا؟ چنانچہ میں نے اس مسئلہ پر غور و فکر کے لیے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا، اور اپنی اس کتاب میں تخریج احادیث کے موقعہ پر اس کا جواب بھی تحریر کر دیا"----- جہاں تک امام شافعی رحمہ اللہ کے کلام پر احتجاج یا ان کی اخبار کو رد کرنے کا مسئلہ ہے، اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ امام طحاوی نے اپنے مذہب کے موافق اخبار کی تطبیق و تضعیف کے سلسلے میں اکثر تکلف سے کام لیا ہے کیوں کہ غیر ضعیف کو ضعیف اور دیگر اہل علم کے نزدیک ضعیف سے استدلال کرنا محض تکلف اور تحقیقی فکر سے دوری کی دلیل قرار دیا گیا ہے-----

امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس قول میں آپ پر شدید جرح آپ کی عدالت پر طعن اور فن حدیث میں آپ پر قلت معرفت اور جہل کا الزام لگایا گیا ہے اس تجریح و طعن اور آپ کے دفاع کے سلسلے میں بہت محقق اہل علم نے کام کیا

ہے-----

حافظ عبد القادر القرشی متوفی 775ھ فرماتے ہیں:

وحاش للّٰه أن الطحاوی رحمه الله تعالیٰ يقع فی هذا،فهذا الكتاب الذی اشار اليه هو الكتاب المعروف بمعانی الآثار و قد تكلمت علی أسانيده و عزوت احاديثه و اسناده الی الكتب الستة------[1]

''اللہ تعالیٰ کی پناہ! کہ طحاوی رحمہ اللہ یہ کام کرے، چنانچہ یہ کتاب جس کی طرف امام بیہقی رحمہ اللہ نے اشارہ دیا ہے یہ تو آپ کی معروف کتاب معانی الآثار ہے، میں نے اس کی اسانید پر کلام کر کے اس کی احادیث کا اسناد کتب ستہ اور مصنف ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ اور کتب حفاظ سے منسوب کیا ہے،اور میں نے اس تحقیقی بحث کا عنوان ''الحاوی فی آثار الطحاوی'' قرار دیا----پھر میں نے یہ کام قاضی القضاۃ عبداللہ بن علی بن عثمان الترکمانی المارديني متوفی 769ھ کے والد گرامی قدر، استاذ مکرم حجۃ الاسلام قاضی القضاۃ علاء الدین المارديني متوفی 745ھ کے حکم کی تعمیل

[1] الجواہر المضیہ 279/1

میں انجام دیا-----اس تحقیقی کام کے دوران مجھے بہت سی ایسی احادیث بھی ملیں جنہیں امام طحاوی رحمہ اللہ یونس بن عبد الاعلیٰ سے روایت کرتے ہیں، جب کہ اسی سند کے ساتھ امام مسلم رحمہ اللہ بھی صحیح مسلم میں یونس بن عبد الاعلیٰ سے روایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، بخدا میں نے تو اس کتاب میں کوئی ایسی علت اور سقم نہیں دیکھا جس کا ذکر امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں کیا ہے-----

چنانچہ ہمارے شیخ اور استاذ محترم قاضی القضاۃ علاؤالدین رحمہ اللہ نے امام بیہقی کی السنن الکبریٰ پر ایک عظیم اور نفیس کتاب **الجوهر النقی فی الرد علی البیهقی** تحریر فرما کر ان تمام شکوک وشبہات کو رفع کر دیا ہے جو امام طحاوی کے علمی مقام کو گرانے کے سلسلے میں پیدا کیے گئے ہیں-----

آپ نے اس کتاب میں ان تمام انواع کا ذکر کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ تمام اعتراضات جو بیہقی نے طحاوی پر وارد کیے ہیں، خود بیہقی پر بھی وارد ہوتے ہیں اور وہ خود ان امور کا ارتکاب ہوئے نظر آتے ہیں، مثلاً امام بیہقی اپنے مذہب پر ایک حدیث کو ذکر کرتے ہیں جس کی سند ضعیف ہے مگر وہ اسے موثوق اور مضبوط قرار دیتے ہیں، پھر وہ ہمارے مذہب پر ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں وہی راوی ہوتا ہے جسے انہوں نے ثقہ مانا تھا مگر یہاں

وہ اسے ضعیف قرار دے دیتے ہیں، ان کا یہ انداز بہت سے مقامات پر

دکھائی دیتا ہے---- ''کشف الظنون فی بیان معنی آلاثار

للطحاوی'' میں مرقوم ہے کہ امام الاتقانی امام ابو جعفر طحاوی پر معرفة

السنن و آلاثار میں امام بیہقی کی طرف سے ہونے والی تنقید پر فرماتے

ہیں:

هذا لعمری تحامل ظاهر من هذاالامام فی شان هذا

الاستاذ الذی اعتمده اکابر المشائخ------[1]

''مجھے اپنی عمر کی قسم یہ تو ایک ایسے استاذ جو اکابر مشائخ کا بھی معتمد

علیہ ہے، پر اس امام (بیہقی) کی طرف سے کھلا تکلف اور ظلم ہے''۔

امام طحاوی پر امام انزاری کا طعن

امام طحاوی رحمہ اللہ پر علامہ انزاری نے غایۃ البیان میں یہ طعن کیا ہے کہ

''طحاوی بے مثل عالم تھے اور گویا ائمہ کرام کا زمانہ ان کی نظروں کے سامنے

تھا، اس لیے وہ ان اماموں کے اقوال سے زیادہ واقف ہوں گے اور ان کی

---

[1] کشف الظنون 1728/2

العلم و لهذا روی فی شرح معانی الآثار الاحادیث المختلفة و انما یرجّح ما یرجّحه منها فی الغالب من جهة القیاس الذی رأه حجة و یکون اکثرها مجروحا من جهة الاسناد لایثبت ولا یتعرّض لذالک فانه لم تکن معرفته بالاسناد کمعرفة اهل العلم به و ان کان کثیر الحدیث فقیهاً عالمًا ------[1]

''اہل علم کی طرح حدیث میں نقد پرکھ کرنا طحاوی کی عادت میں شامل نہیں، اسی لیے اس نے شرح معانی الآثار میں مختلف احادیث کی روایت کی ہے، وہ ان میں غالب طور پر انہی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں جنہیں وہ قیاس کے اعتبار سے حجت سمجھتے ہیں، جب کہ ان کی اکثریت اسناد کے لحاظ سے مجروح ہوتی ہے جسے وہ ثابت کرتے ہیں، اور نہ ہی وہ اس کے ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں، کیوں کہ دیگر نقاد اہل علم کی طرح ان کے پاس حدیث کی وہ معرفت ہی نہیں اگر چہ وہ کثیر الحدیث فقیہ عالم تھے'' -----

❁ شیخ ابن تیمیہ شامی کا امام طحاوی پر یہ تبصرہ دقّت نظری اور عالمانہ بصیرت

---

[1] منہاج السنہ 195/8 طبعہ 1406ھ

سے عاری نظر آتا ہے، کیوں کہ جو الزام امام طحاوی پر عائد ہوتا ہے اس سے تو کوئی بھی حافظ حدیث منزّہ قرار نہیں دیا جا سکتا---- کتنی ہی ایسی احادیث ہیں جن کی صحت پر اہل علم نے وثوق و اعتماد کیا مگر ان پر بھی نقد و جرح کی گئی----مگر جو تنقید امام طحاوی پر کی گئی وہ ان کے حق میں کیوں نہ روا رکھی گئی؟ بہر حال یہ امام طحاوی پر محض الزام ہے کہ ان کے پاس اہل علم کی طرح معرفت حدیث نہ تھی----ہم سابقہ سطور میں واضح کر چکے ہیں کہ وہ ائمہ حدیث جنہیں فن نقد میں سند کا مقام حاصل ہے وہ امام طحاوی کے متعلق شہادت دیتے ہیں کہ آپ حافظ حدیث، عارف طرق سند و متن کے اعتبار سے اس کے نقد پر خبر دار اور اسکے علل اور ترجیح و موازنہ میں بلند مقام کے حامل تھے----رحمہ اللہ عزوجل

❁ صاحب اُمانی الآحبار رحمہ اللہ امام ابن تیمیہ شامی کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''کہ امام ابن تیمیہ کا امام طحاوی کو حدیث ردشمس برائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیح قرار دینے پر ائمہ نقد سے خارج کرنا کسی طور پر بھی صحیح نہیں، کیوں کہ اس روایت کی تصحیح میں امام طحاوی کے علاوہ بہت سے متقدمین و متاخرین ائمہ کرام کا نام بھی آتا ہے، جنہوں نے امام طحاوی کے قول کو ابن

تیمیہ کے قول پر ترجیح دی ہے ----- رجال کے سلسلے میں طحاوی کے اقوال اور کتاب معانی الآثار اور مشکل الآثار میں نقد حدیث کو دیگر اہل علم کے نقد حدیث کے برابر شمار کیا ہے"۔

❁ اس امر کی تائید امام ذہبی شافعی رحمہ اللہ کے اس مختار قول سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے امام طحاوی کا شمار ان حفاظ حدیث میں کیا ہے جن کے اقوال کو سند کا درجہ دیا جاتا ہے ----- امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی امام طحاوی کو مصر کے حفاظ اور نقاد حدیث میں رکھا ہے ----- جن ائمہ متقدمین نے آپ کی جلالت نقد کی شہادت دی، ان میں ابن یونس، مسلمہ بن القاسم، ابن عساکر شامی اور ابن عبدالبر وغیرھم کے نام سرفہرست ہیں ----- یہ حضرات امام ابن تیمیہ کی نسبت سے طحاوی کے زمانے کے زیادہ قریب اور علماء مصر کے احوال کو ابن تیمیہ سے زیادہ جانتے تھے ----- اندریں حال اعلام محدّثین کی شہادت کے ہوتے ہوئے ابن تیمیہ کی امام طحاوی پر یہ جرح بلا دلیل اور غیر مؤثر قرار دی جا رہی ہے ----- [1]

---

[1] مقدمہ شرح معانی الآثار 45/1

امام تاج الدین عبدالوھاب السبکی متوفٰی 771ھ فرماتے ہیں:

الحذر کل الحذر ان تفھم من قاعدتھم ان الجرح مقدم علی التعدیل علی اطلاقھا بل الصواب أنّ من ثبت عدالته و امامته و کثر مادحوه ومزکّوه وندر جارحه و کانت ھناک قرینة دالة علی سبب جرحه من تعصب مذھبی اوغیره لم یلتفت الی جرحه------[1]

”اس بات سے پوری طرح بچ کرتو ان کے قاعدے سے سمجھ لے کہ جرح تعدیل پر مطلقاً مقدم ہوتی ہے---- بلکہ صواب اور صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت اور امامت ثابت ہو اور اسکے مداح اور اسکا تزکیہ کرنے والے کثرت سے ہوں اور اس پر جرح کرنے والا شاذ و نادر ہو اور اس کی جرح پر وہاں مذہبی تعصب وغیرہ کا کوئی قرینہ بھی پایا جاتا ہو تو اس کی جرح پر کوئی توجہ نہ دی جائے گی“۔

[1] الطبقات الکبریٰ 9/2

امام ذھبی کا ابن تیمیہ پر تبصرہ

معروف مؤرخ اور نقاد محدّث علامہ ذہبی شافعی، شیخ ابن تیمیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ابن تیمیہ شامی اپنے علم کی وسعت، فرط شجاعت، ذہانت وذکاوت اور حرمات دین کی تعظیم کے باوجود ایک بشر تھے، جنہیں بحث کے دوران گرمی اور مدمقابل پر غصہ پیدا ہو جاتا تھا جس کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں عداوت و نفرت ابھر آتی تھی، اگر وہ اپنے مخالفین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے تو ان پر سب کا اجماع ہوتا، کیوں کہ کبار علماء ان کے علوم کے معترف اور ان کی خطا کی ندرت وقلت کے مُقِر ہیں، کیوں کہ وہ ایک ایسا سمندر تھا جس کا کوئی کنارا نہ تھا----- اور ایسا خزانہ تھا جس کی نظیر نہ تھی----- لیکن اہل علم ان کے افعال واخلاق پر نکیر کرتے ہیں اور ہر شخص کو اس کے قول پر ہی پکڑا اور چھوڑا جاتا ہے''----- [1]

---

[1] الدرر الکامنہ 151/1

شیخ ابن تیمیہ کی حدیث فہمی پر علامہ محمود ممدوح کا تبصرہ

علامہ محمود سعید ممدوح زید مجدہ اپنی معروف کتاب ”رفع المنارہ تخریج احادیث التوسل و الزیارۃ“ میں شیخ ابن تیمیہ کی حدیث پر جرح وتعدیل کے سلسلے میں فکر انگیز اور تحقیق سے لبریز کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ابن تیمیہ نے اپنی کتاب التوسل و الزیارۃ میں بھی یہی رویہ پیش نظر رکھا ہے اور ثابت اور صحیح کو بھی موضوع قرار دینے سے گریز نہیں کیا، وہ اسی کتاب کے صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں:

السوال به (المخلوق) فهذا يجوزه طائفة من الناس لكن ما روى عن النبى ﷺ فى ذالک کله ضعيف بل موضوع-----[1]

”بواسطہ مخلوق سوال کرنا اسے لوگوں کا ایک گروہ جائز قرار دیتا ہے لیکن اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے جو کچھ مروی ہے وہ سب

[1] رفع المنارہ تخریج احادیث التوسل والزیارۃ ص:20

ضعیف بلکہ موضوع اور من گھڑت ہے"۔

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول کہ اس عنوان پر نبی اکرم ﷺ سے روایت کی جانے والی ہر حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے، سراسر غلط اور جلد بازی پر مبنی فکر کا نتیجہ ہے۔ شیخ کے خصومات نے ہی اسے ایسی عبارات لکھنے پر مجبور کیا تھا، انہوں نے فضائل اھل بیت رسول ﷺ کے سلسلے میں وارد ہونے والی صحیح اور ثابت احادیث کا بھی انکار کر دیا جو کسی طور پر بھی ایک نقاد محدث کی شان کے لائق نہیں ----- میں نے ان احادیث پر ایک تحقیقی کتابچہ بھی رقم کیا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں یہاں تک پہنچ گئے کہ حدیث موالات کو بھی ضعیف کہہ دیا حالانکہ وہ درجہ کے اعتبار سے متواتر قرار پائی ہے -----

احادیث صحیحہ کے بارے ابن تیمیہ کا فیصلہ

(ا) انت ولی فی کل مومن ----- [الحدیث]

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "تو ہر مومن میں میرا ولی ہے"۔

شیخ ابن تیمیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ کذب اور بے بنیاد ہے" ----- [1]

---

[1] الرد علی الرافضی تالیف ابن تیمیہ ص 104 ج 4

جب کہ یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔اسے امام احمد بن حنبل نے المسند جلد۴ صفحہ ۴۳۷، ابو داؤد الطیالسی ۸۲۹، امام ترمذی ۵/ ۲۶۹، ابن حبان صحیح ابن حبان صفحہ ۶۹۲۹ اور ابو عبداللہ حاکم نے المستدرک ۳/ ۱۱۰ میں نقل کیا ہے-----[1]

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنهما ما کنا نعرف المنافقین علی عهد رسول اللہ ﷺ الا ببغضهم علیا

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عہد رسول ﷺ میں ہم منافقین کو بغض علی کی علامت سے پہچانا کرتے تھے''۔

اس حدیث کے متعلق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''کہ فن حدیث کی معرفت رکھنے والے اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ومکذوب ہے''۔[2]

جب کہ یہ حدیث صحیح ہے۔اور صحیح مسلم ۷۸ وغیرہ میں موجود ہے:

انه لعهد النبی الامی ﷺ الا یحبنی الا مومن و لا یبغضنی الا منافق-----

---

[1] رفع المنارہ ص:20 مطبعہ دار الامام الترمذی قاہرہ مصر [2] الرد علی الرافضی ج3 ص228

''یہ نبی الامی ﷺ کا عہد و میثاق ہے کہ مجھ سے محبت کرنے والا مومن اور مجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہوگا''۔

اس حدیث کو ابن تیمیہ کے امام، احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے الفضائل صفحہ ۹۷۹ میں بخاری کی شرط کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

''کہ منافقوں کو بغض علی رضی اللہ عنہ سے پہچانا کرتے تھے''۔

اور مسند البزار الزوائد جلد ۳/۱۶۹ میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے:

ما کنا نعرف منا فقینا معشر الانصار الا ببغضهم علیا------[1]

(۳) **قال رجل لسلمان ما اشد حبک لعلی قال سمعت النبی ﷺ یقول من احبه فقد احبنی**

''ایک شخص نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ کی حضرت علی المرتضیٰ سے کتنی شدید محبت ہے، تو آپ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد سنا تھا کہ جس نے علی

---

[1] رفع المنارہ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ ص: 21

سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی"۔

اس حدیث کے متعلق بھی شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"کہ یہ کذب اور بے بنیاد ہے"-----[1]

حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے اور مستدرک حاکم میں بطریق حسن مروی ہے-----[2] اور معجم کبیر امام طبرانی ۲۳/۹۰۱ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی منقول ہے، امام الھیثمی نے اس کے اسناد کو حسن قرار دیا ہے-----[3]

(۴) یا علی حربی حربک و سلمی سلمک

"اے علی میری جنگ تیری جنگ ہے اور میری صلح تیری صلح ہے"۔

اس کے متعلق بھی شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

هذا كذب موضوع على رسول الله ﷺ و ليس في شيء من كتب الحديث المعروفة ولا روى باسناد معروف-----[4]

"یہ بھی جھوٹ اور نبی کریم ﷺ پر بہتان ہے حدیث کی کئی

---

[1] الرد علی الرافضی ج9/3 [2] المستدرک 130/3 [3] مجمع الزوائد 132/9

[4] الرد علی الرافضی 300/2

معروف کتاب میں نہیں اور میرے عقل وفکر کے مطابق یہ بڑی جرأت ہے"۔

کیوں کہ اس حدیث کو ابن تیمیہ کے امام احمد بن حنبل نے فضائل صحابہ (۱۳۵) اور ابو عبداللہ حاکم نے ۳/ ۱۴۹ میں بطریق احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ تخریج کیا ہے----[1]

(۵) ان اللّٰہ اوحیٰ الی انہ یحب اربعة من اصحابی و امرنی بحبھم فقیل له من ھم یا رسول اللّٰہ قال علی سیدھم و سلمان و المقداد و ابو ذر

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ وہ میرے صحابہ سے چار کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور مجھے بھی ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے، عرض کیا گیا وہ چار کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا علی، جوان کا سردار ہے، سلمان فارسی، مقداد اور ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین"۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"یہ بھی ضعیف بلکہ موضوع ہے"۔[2]

---

[1] امام ترمذی 699/5، الحاکم 149/3، الطبرانی 149/3 [2] الرد علی الرافضی 173/3

جب کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے المسند ۵/ ۳۵۱ میں، ترمذی نے ۱۸۷/۷/۳ میں اور ابن ماجہ نے ۱۴۹ میں تخریج کیا ہے، بلکہ امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے-----

(۶) یونہی شیخ ابن تیمیہ شامی نے اپنی کتاب ودعلی الرافضی میں حدیث ابدال کا بھی انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

''کہ یہ حدیث مرفوعا یا موقوفا کسی طرح بھی وارد نہیں ہوئی''

حالانکہ حدیث ابدال صحیح ہے۔ اور بخاری و مسلم کی شرط پر اس کا طریق سنن ابو داؤد میں موجود ہے۔ اسی بنیاد پر متاخرین حفاظ حدیث نے شیخ ابن تیمیہ کے متعلق یہ قول کیا ہے کہ وہ احادیث جن سے ان کے مقابل ومخالف نے سند و حجت لی ہے ان پر انہوں نے حکم لگانے میں تشدد سے کام لیا ہے-----

اس موضوع پر مزید معلومات کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا-----

- هدية الصغراء بتصحيح حديث التوسعة يوم عاشوراء، احمد بن الصديق الغماری رحمة الله عليه
- القول الفص فيما لنبى هاشم و قريش والعرب من

الفضل، سید علوی بن طاهر بن عبد اللہ الحداد علوی حسینی

۞ التعقب الحثیث لما ینفیه ابن تیمیه من الحدیث، شیخ زاهد الکوثری مصری (غیر مطبوعہ)

۞ رفع المناره لتخریج احادیث التوسل و الزیارة، شیخ محمود ممدوح طبعه دار الامام الترمذی، قاهره

شفاء السقام فی زیارة خیر الانام، تقی الدین امام سبکی المصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیه

حدیث رَدِّ شمس

اور

امام الکوثری مصری
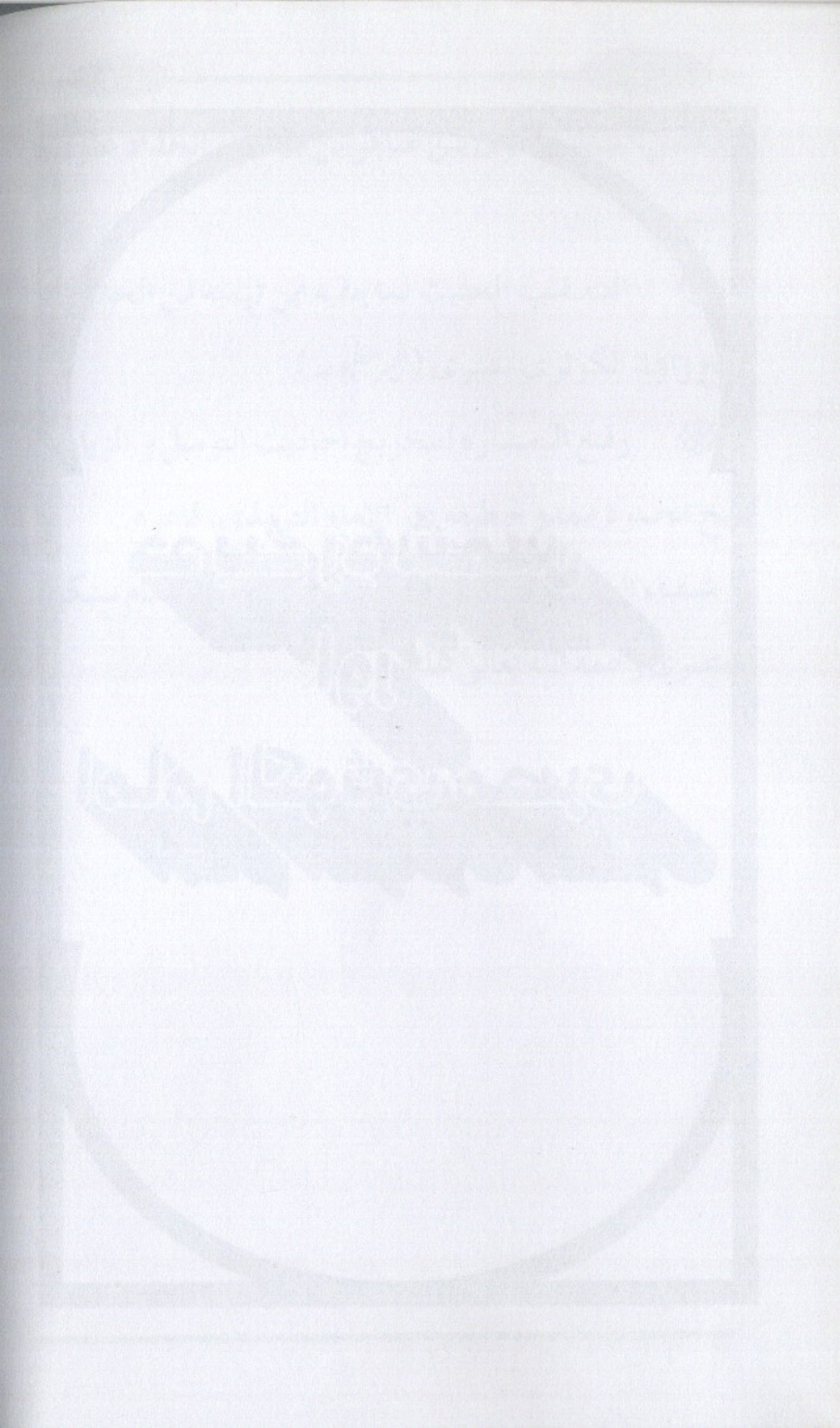
معروف محقق اور حنفی امام علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ ابن تیمیہ کی حدیث رد شمس برائے علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو غیر صحیح اور ضعیف قرار دینے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انما هو مجازفة من مجاز فاته وليس ادلّ على ذالك من الاطلاع على كتبه.

''یہ ابن تیمیہ کی بے تکی باتوں سے ایک بے تکی بات اور امام طحاوی کی کتابوں سے بے خبری کی دلیل ہے''-----

کیوں کہ بہت سے حفاظ حدیث نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا ہے، سوا شیخ ابن تیمیہ کے حالانکہ حدیث میں اس کی رجال کے سلسلے میں ہونے والی اغلاط پر امام ابو بکر الصامتؒ الحنبلی نے سخت گرفت کی ہے----- بہر حال فن حدیث کی روشنی میں اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں اور اس کا حکم صحیح خبر واحد کی طرح ہے۔ اور امام طحاوی کی معرفت علل حدیث سے وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو کسی ایسی علت اور بیماری میں مبتلا ہے جو لاعلاج قرار دی گئی ہے۔ ''نسئل اللہ السّلامة''-----

وہ مشاہیر حفاظ حدیث جنہوں نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کیا

ان کے نام یہ ہیں:

ابو القاسم العامری، ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری، امام جلال الدین سیوطی ، محمد بن یوسف الصالحی اور قاضی عیاض المالکی رضوان اللہ علیہم اجمعین-----[1]

حدیث رَدِّ شمس دیگر ائمہ حدیث کی نظر میں

شیخ ابن تیمیہ شامی نے اپنی کتاب منہاج السنہ میں مشکل الآثار میں مندرج حدیث رد شمس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور امام ابو جعفر طحاوی کے پاس باقی اہل علم کی طرح اسناد حدیث کی معرفت نہ تھی اگرچہ وہ کثیر الحدیث اور فقیہ عالم تھے''-----

☆ علامہ ابن تیمیہ کی اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابو جعفر طحاوی پر یہ حکم لگا کر انہیں ائمہ نقد حدیث سے خارج کرنا چاہتے ہیں، کیوں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے رد شمس والی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے-----حقیقت حال کچھ یوں ہے کہ اس حدیث کی تصحیح کے سلسلے میں امام ابو جعفر اکیلے نہیں بلکہ بہت سے ائمہ ومحدّثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

---

[1] مقالات کوثری ص 470، الحاوی فی سیرۃ الطحاوی ص 26، مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اونال

قاضی عیاض اندلسی مالکی رحمہ اللہ کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں:

خرّج الطحاوی فی مشکل الحدیث عن اسماء بنت عمیس من طریقین انه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم یوحیٰ الیه ورأسه فی حجر علی فلم یصلّ العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم اصلیتَ یاعلی؟ فقال لا فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم اللهم انه کان فی طاعتک وطاعة رسولک فاردد علیه الشمس قالت اسماء فرأیتها غربت ثم رأیتها طلعت ووقفت علی الجبال والارض و ذالک با لصهباء------[1]

امام طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث دو طریقوں سے نقل کی ہے:

''کہ حضور ﷺ کا سر انور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا کہ آپ پر وحی اترنے لگی-----حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا نہ کی تھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، تو آپ ﷺ

[1] امانی الاحبار ج1 ص56، طبعہ ملتان

نے فرمایا اے علی کیا تو نے نماز پڑھ لی؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، تو

آپ نے دعا کی ''اے رب! ''علی تیری اور تیرے رسول ﷺ کی

اطاعت وفرمان برداری میں تھا تو اس پر سورج کو لوٹا دے'' حضرت

اسماء فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سورج ڈوب چکا تھا پھر میں نے

دیکھا کہ وہ طلوع ہو چکا تھا اور پہاڑوں اور زمین پر چمک رہا تھا اور

یہ معجزہ وادی صہباء میں پیش آیا-----

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی

ثقہ ہیں-----

امام طحاوی رحمہ اللہ امام احمد بن صالح سے حکایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے:

لا ينبغى لمن سبيله العلم التخلف عن حفظ حديث

اسماء لانه من علامات النبوة------[1]

''علم دوست انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ حدیث اسماء کو حفظ

کرے کیوں کہ یہ نبوت کے نشانات سے تعلق رکھتی ہے''۔

قاضی الخفاجی مصری رحمہ اللہ شرح الشفاء میں فرماتے ہیں:

''کچھ شارحین نے اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے اسے موضوع

---

[1] کتاب الشفاء قاضی عیاض، امانی الاحبار ج 1 ص 56

کہا ہے اور اس کے رجال میں طعن کر کے انہیں کذّاب اور وضّاع تک کہا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ دراصل انہیں ابن الجوزی کے کلام نے دھوکہ دیا ہے، حالانکہ اس کی کتاب کا اکثر حصہ مردود ہے"-----

خاتمۃ المحدّثین امام جلال الدین سیوطی اور امام سخاوی مصری فرماتے ہیں:

"ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات میں انتہائی تکلّف اور تساہل سے کام لیا ہے اور اس میں بہت سی صحیح احادیث کو بھی درج کر دیا ہے"-----

اسی جانب شیخ ابن الصلاح نے بھی اشارہ کیا ہے-----

امام طحاوی کے علاوہ اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے امام ابن شاہین، امام ابن مندہ، امام ابن مردویہ اور امام طبرانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، بلکہ امام سیوطی مصری نے تو اس حدیث کے سلسلے میں "کشف اللّبس عن حدیث ردّ شمس" نامی رسالہ بھی تصنیف کیا ہے-----

اس رسالہ میں آپ نے لکھا ہے:

"کہ امام ابوالحسن الفضلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے طرق کو اسانید کثیرہ کے ساتھ وارد کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے"۔

پھر امام طحاوی رحمہ اللہ کے کلام میں ایک نام احمد بن صالح کا بھی ہے۔

یہ امام ابو جعفر طبری جو حافظ اور ثقہ ہیں جن سے اصحاب سنن نے روایت کی ہے بلکہ ان کی توثیق کے لیے یہی بات کافی ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے روایت کی ہے، اس بناء پر ان کی روایت پر طعن کرنے اور انہیں ضعیف کہنے والے کی بات پر کون توجہ دے گا----- چنانچہ شیخ ابن تیمیہ اور ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوع کہنا کسی طور پر بھی صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا-----

عظیم محدّث ملا علی القاری رحمہ اللہ شرح الشفاء میں لکھتے ہیں:

قال ابن الجوزی فی الموضوعات حدیث رد الشمس فی قصة علی رضی اللّٰه عنه موضوع بلا شک وتبعه ابن القیّم و شیخه ابن تیمیة و ذکروا تضعیف رجال اسانید الطحاوی و نسبوا بعضهم الی الوضع الاابن الجوزی قال أنا لا أتهم الا ابن عقدة لأنه کان رافضیاً یسبّ الصحابة ولا یخفٰی أن مجرد کون راومن الرواة رافضیا او خارجیا لایوجب الجزم بوضع حدیثه اذا کان ثقة من جهة دینه و کان الطحاوی لاحظ هذا المبنی ومبنی علیه هذا المعنی والاصل هو العدالة

حتیٰ یثبت الجرح المبطل للروایة-----[1]

''ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں حضرت علی المرتضیٰ سے متعلق ردشمس والی حدیث کوموضوع کہاہے، پھرابن قیم اوراس کے استادابن تیمیہ نے ان کی اقتداء کرتے ہوئے امام طحاوی کے رجال الاسانید کی تضعیف کی اور بعض راویوں پر وضع حدیث کا الزام بھی عائدکردیا، البتہ ابن جوزی نے یہ کہا کہ ابن عقدہ کے سوامیں کسی پرا تّہام نہیں رکھتا کیوں کہ وہ رافضی تھااورصحابہ کوگالی نکالتا تھا، مگرواضح رہے کہ کسی راوی کا محض رافضی یا خارجی ہونا اس بات کومستلزم نہیں کہ اس پروضع حدیث کا یقین بھی کرلیا جائے جب کہ وہ اپنے دین کے پہلو سے ثقہ ہو۔ امام طحاوی کے پیش نظر یہی بنیادتھی جس پر انہوں اس معنی کواستوار کیا----- اور اصل تو عدالت ہے جس وقت تک کہ روایت کوباطل کرنے والی جرح ثابت نہ ہوجائے''۔

شیخ محمد طاہر فتنی ھندی تذکرہ الموضوعات میں لکھتے ہیں:

''کہ ردشمس والی حدیث، اسماء میں فضیل بن مرزوق راوی ضعیف ہے۔ اس کی دوسری سند میں ابن عقدہ رافضی اور کاذب ہے''-----

---

[1] امانی الاسبارج 1 ص 56، طبعہ ملتان

صاحب اُمانی الأحبار فرماتے ہیں:

''کہ فضیل صدوق ہے۔ امام مسلم کے علاوہ دیگر چار محدّثین نے بھی اس سے حجت لی ہے۔ اور ابن عقدہ کو تو محدثین نے کبار حفاظ میں شمار کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دینے والوں میں ایک نام قاضی عیاض اندلسی مالکی رحمہ اللہ کا بھی ہے''۔

صاحب اُمانی الأحبار لکھتے ہیں:

''کہ حافظ ابن الفتح الأزدی نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے، حافظ ابوزرعہ ابن العراقی نے اسے حسن کہا ہے، اسی طرح حافظ سیوطی مصری نے **الدرر المنتشرہ فی الأحادیث المشتھرہ** میں اسے حسن کا درجہ دیا ہے، حافظ ابن حجر ابوالفضل رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کر کے خطا کا ارتکاب کیا ہے، یوں ہی ابن تیمیہ کا اپنی کتاب ''**الرّد علی الرّوافض**'' میں اس حدیث پر وضع کا حکم لگانا بھی کسی طور پر درست نہیں-----

علامہ حافظ ابن حجر الھیثمی نے حدیث اُسماء کو اُلمجمع میں نقل کر کے کہا ہے:

''اس پوری حدیث کو امام طبرانی نے ایسے اُسانید اور رجال کے ساتھ روایت کیا ہے جن میں کچھ رجال الصحیح بھی ہیں مثلاً ابراہیم بن حسن جنہیں

امام ابن حبّان نے ثقہ تسلیم کیا ہے“ ------[1]

امام طحاوی پر کتاب چوری کا الزام

استاذ ابو منصور عبد القادر تمیمی کا قول ہے:

”کہ امام ابن جریر الطبری متوفی 310ھ نے اصول الشافعی کے مطابق کتاب الشروط تالیف کی تو امام طحاوی نے اس کا مواد چرا کر اپنی کتاب میں داخل کر کے یہ تاثر دیا کہ یہ اہل رائے کا نتیجہ فکر ہے“ -----

اس الزام کا جواب دیتے ہوئے علامہ الکوثری لکھتے ہیں:

”کہ استاذ ابو منصور تمیمی کے بارے جو بات علامہ فخر الدین رازی نے کہی وہ بالکل صحیح ہے، وہ فرماتے ہیں:

کان شدید التعصب علی المخالفین ولا یکاد ینقل مذھبھم علی الوجہ------[2]

”اپنے مخالفین پر شدید تعصب رکھتے تھے اور ان کے مذہب کو بھی صحیح انداز سے نقل نہ کرتے تھے“ -----

علامہ کوثری لکھتے ہیں:

”دیکھنا یہ ہے کہ کیا ابن جریر طبری مصر میں رہائش پذیر تھے؟ اور امام

---

[1] امانی الاحبار ج1 ص57، طبعہ ملتان

طحاوی کے پڑوس میں رہتے تھے؟ کہ طحاوی ان کی کتاب الشروط کو سرقہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور مذہب ابوحنیفہ پر کتاب الشروط تالیف کر ڈالی؟ کیا ابن جریر کی مسروقہ کتاب مذہب ابوحنیفہ پر تالیف کی گئی؟ اگر علامہ ابن جریر نے شروط میں کوئی کتاب تصنیف کی تھی تو وہ ان کے مذہب خاص پر تالیف ہوئی ہوگی، کیوں کہ وہ مستقل اور مطلق مجتہد تھے، وہ مذہب ابو حنیفہ پر تھے اور نہ ہی مذہب شافعی پر---- امام ابن جریر کا ایک گھر طبرستان میں تھا اور دوسرا بغداد میں، مصر سے ان کی دوری کتنی مسافت پر ہے یہ سب کو معلوم ہے، تو یہ سرقہ کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ نیز ان حضرات کی وفات میں بھی کوئی لمبی مدت نظر نہیں آتی کہ یہ سرقہ مخفی رکھا جا سکے، اس پر مستزاد یہ کہ کتاب الشروط جو امام ابن جریر کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ امثلۃ العدول کے نام سے معروف ہے جس کا ذکر تراجم میں تو موجود ہے مگر قدیم میراث اسلامی میں اس کتاب کا کوئی وجود دکھائی نہیں دیتا---- جب کہ امام طحاوی نے شروط کے سلسلے میں جو صغیر، کبیر اور متوسط کتب تالیف کی ہیں وہ مشرق و مغرب میں علماء کے سامنے موجود ہیں----[1]

---

[1] الحاوی سیرت الطحاوی ص 26، ابو جعفر طحاوی واثرہ فی الحدیث ص 163،: سیر اعلام النبلاء ذہبی 30/15

امام طحاوی کے دور میں مصر کی علمی حالت
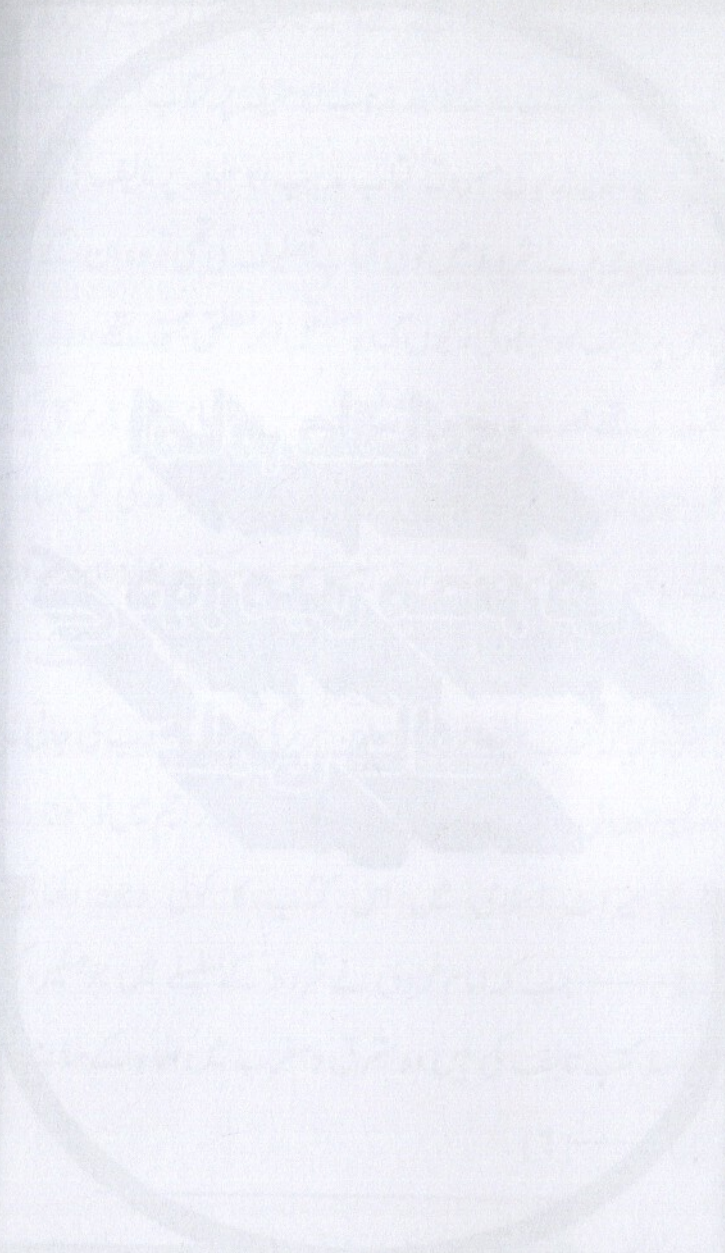
مصر مالکیوں کا علمی و فقہی مرکز تھا۔ کیوں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دور خلافت میں ''حضرت نافع (جو کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے) اڑتیس سال تک ان کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہے'' کو سنن و آثار کی تعلیم دینے کے لیے مصر میں بھیجا تھا-----

تہذیب التھذیب میں مرقوم ہے:

''کہ حضرت نافع سے امام مالک اور مصر کے معروف اور با اثر امام، لیث بن سعد نے روایت حدیث کی''-----

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ حسن المحاضرہ میں فرماتے ہیں:

''کہ حضرت لیث کا مصر کے ائمہ مجتہدین میں شمار ہوتا ہے''-----

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''کہ لیث، امام مالک رضی اللہ عنہ سے بھی بڑے فقیہ تھے، مگر ان کے اصحاب نے انہیں ضائع کر دیا''-----

حضرت ابو یعلیٰ الخلیلی کا قول ہے:

''کہ لیث، بلا مقابل اپنے دور کے امام تھے''-----

حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ العبر میں فرماتے ہیں:

''کہ مصر کا نائب امیر اور قاضی، حضرت لیث کے حکم اور مشورہ کے تحت رہتا تھا، جب آپ کو کسی افسر و حاکم کے معاملے میں کوئی خامی یا زیادتی نظر آتی تو اسے آپ کے مکتوب پر معزول کر دیا جاتا تھا''-----

امام ابن سعد کا بیان ہے:

کان لیث ثقة کثیر الحدیث صحیحه و کان قد استقل بالفتوٰی فی زمانه بمصر و کان سریا من الرجال، نبیلا، سخیا له ضیافة-----[1]

''حضرت لیث ثقہ اور صحیح حدیث سے وافر حصہ رکھتے تھے، ان کے دور میں مصر کے اندر وہی مستقل طور پر منصب افتاء پر فائز تھے، مردانگی، سخاوت اور مہمان نوازی میں بلند شہرت رکھتے تھے''۔

مصر میں حضرت لیث سے جن علماء نے روایت کی ان کے چند نام یہ ہیں:

زکریا بن یونس حضرمی، سعید بن زکریا مصری، قاضی اسکندریہ عاصم بن کثیر بن نعمان، زاہد عابد ابو الاسود نضر بن عبد الجبار المرادی، یحیٰی بن حسان التمیمی، ابو العلی حسان بن عبد اللہ واسطی کندی نزیل مصر، ابو الہنا خلف بن خالد

---

[1] امانی الاحبار ج1 ص31

مصری، عیسیٰ ابن حماد التجیبی، محمد بن حارث المؤذن المصری، یونس بن عمر بن یزید الفارسی المصری-----

مصر میں اصحاب لیث سے ائمہ مجتہدین میں حضرت اسحاق بن بکر بن مضر المضری جو حلقہ لیث میں بیٹھ کر آپ کے قول پر فتوی اور حدیث کی روایت کیا کرتے تھے----- اور قاضی مصر حضرت ابو یحییٰ عثمان بن صالح السھمی المصری ممتاز درجہ پر فائز تھے-----[1]

اس کے بعد مصر، امام مالک رضی اللہ عنہ کے علم وفقہ سے متاثر اور مستفید ہوا----- امام مالک کے جن تلامذہ اور اصحاب نے فقہ وحدیث کی بھرپور خدمت کی اور آپ کے فکر واجتہاد کو بام کمال تک پہنچایا ان کے نام یہ ہیں:

تلمیذِ مالک امام ابن وهب، راوی مسائل مالک امام عبدالرحمان بن قاسم مصری، قاضی دیار مصر اسحاق بن الفرات تجیبی، فقیہ دیار مصر تلمیذِ مالک اشھب بن عبدالعزیز العامری، ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم فقیہ مصر جلیل القدر تلمیذِ مالک مفتی مصر الاصبغ بن الفرج مصری، حافظ فقیہ حارث بن مسکین الاموی، حافظ وابو طاہر احمد بن عمرو ابن السرج، فقیہ مصر محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم مصری وغیرھم رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین-----

امام سیوطی کا بیان ہے کہ یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے امام مالک رضی اللہ عنہ کے علوم وآراء کی مصر میں اشاعت کی اور مالکی مذہب اور اصولوں پر مسائل کی تفریع کی بنیاد ڈالی۔

---

[1] حسن المحاضرہ امام سیوطی مصری

امام شافعی کی مصر میں آمد

حضرت امام شافعی مطلبی رضی اللہ عنہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ پانے اور مکہ و مدینہ اور بغداد میں علمی سفر کرنے کے بعد مصر میں وارد ہوئے تو آپ نے اپنی جدید کتابیں تصنیف فرمائیں----- مثلاً الام الأمانی الکبریٰ، املاء الصغیر، مختصر البویطی، مختصر المزنی، مختصر الربیع، الرسالہ اور السنن وغیرھا۔ اور پھر جامع عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ میں عمر بھر اپنی فقہ و اجتہاد کی روشنی میں خدمت دین انجام دیتے رہے----- آپ 195ھ بغداد سے مصر تشریف لائے اور رجب المرجب، جمعہ کے روز 204ھ قاہرہ میں خالق حقیقی سے جا ملے----- رضی اللہ عنہ ونور مرقدہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے مصر میں جن حضرات نے علوم کی خیرات و برکات لیں ان میں چند مشاہیر علماء یہ ہیں:

یوسف بن یحییٰ القرشی، خلیفہ حلقہ امام شافعی، تلمیذ امام شافعی حرملہ بن یحییٰ التجیبی، ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی ناصر المذہب الشافعی، صاحب الشافعی ربیع بن سلیمان المؤذن وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین-----

یہ وہ علمی و فقہی لوگ ہیں، جنہوں نے مقدور بھر علوم شافعی کی نشر و اشاعت کی شافعیوں کی مالکیوں سے بحث و مناظرے کی مجالس منعقد

ہوئیں----- امام لیث وغیرہ کے علم وفقہ کے آثار مٹ گئے، اور شافعی و مالکی فقہ کا سکہ رواں دواں ہوا----- تاہم مصر میں قضاء کا منصب عمومی طور پر حنفیوں کے پاس رہا کیوں کہ خلافت کا مرکز بغداد تھا جہاں احناف کا غلبہ اور فقہ حنفی کا قانون نافذ العمل تھا، اور وہیں سے بلاد اسلامیہ میں قضاء کا عہدہ تقسیم کیا جاتا تھا----- چنانچہ قاضی اسماعیل بن سمیع کوفی حنفی 164ھ میں مصر کے قاضی مقرر ہوئے اور 167ھ میں معزول کیے گئے، پھر محمد بن مسروق کندی کوفی 177ھ میں مصر کے عہدہ قضاء پر تعینات ہوئے اور 184ھ میں معزول کر دیے گئے، ان کے عراق واپس جانے پر اسحاق بن الفرات التجیبی اس منصب پر آئے اور 185ھ میں معزول کر دیے گئے، ان کے بعد عبدالرحمان بن عبداللہ بن حسین بن عبدالرحمان بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز ہوئے اور 194ھ تک یہ فریضہ انجام دیتے رہے، ان کے معزول ہونے پر اولاد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہاشم بن ابو بکر البکری جو مذہب حنفی کے پیروکار تھے، قاضی مصر مقرر ہوئے اور 196ھ تک اس منصب پر فائز رہے اور اسی سال میں آپ کا وصال ہوا تو ابراہیم بن الجرح تمیمی مازنی کوفی قاضی مصر مقرر ہوئے، یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور ان سے حدیث کے راوی تھے،

آپ کو 221ھ میں اس عہدہ سے معزول کیا گیا-----[1]

عہدہ قضاء پر فائز ہونے والے حنفی قضاۃ سے مصر کا متاثر ہونا بھی بدیہی بات تھی، کیوں کہ ان میں کچھ قاضی تو اُخلاق دیانت اور فضل وشرف میں بلند مقام کے حامل تھے، جن میں امام ہاشم بن ابو بکر التیمی رحمہ اللہ کا نام بھی کافی بلند شہرت رکھتا ہے----- ان حضرات کے بعد اہل بصرہ سے صاحب رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ متوکل باللہ کی طرف سے مصر کے عہدہ قضاء کے لیے بھیجے گئے---- آپ 8 جمادی الاخری جمعہ کے روز 246ھ میں وارِدِ مصر ہوئے اور 275ھ میں اپنے وصال مبارک تک اس منصب پر خدمات انجام دیتے رہے-----آپ کے وصال کے بعد 277ھ تک مصر کے عہدہ قضاء پر کسی قاضی کی تقرری نہ ہو سکی، آپ کا زہد وتقوٰی اور عفت وعدل مصر کی تاریخ کا ایک روشن ترین باب ہے۔ علم الشروط والوثائق اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر امام شافعی کے اعتراضات کے ردّ پر آپ کی تصانیف بھی پائی جاتی ہیں-----اس دور میں جب کہ مصر مالکیوں شافعیوں اور حنفیوں کے علمی آثار اور فقہ حدیث کے انوار سے منوّر و معمور نظر آرہا تھا امام ابو جعفر طحاوی نشاۃ علمی کے مراحل طے کر رہے تھے-----[2]

---

[1] الجواہر المضیۃ، حسن المحاضرۃ، امانی الاحبار ص 33، [2] حسن المحاضرہ امام سیوطی مصری

امام طحاویؒ
اور
مناصبِ عُلیا
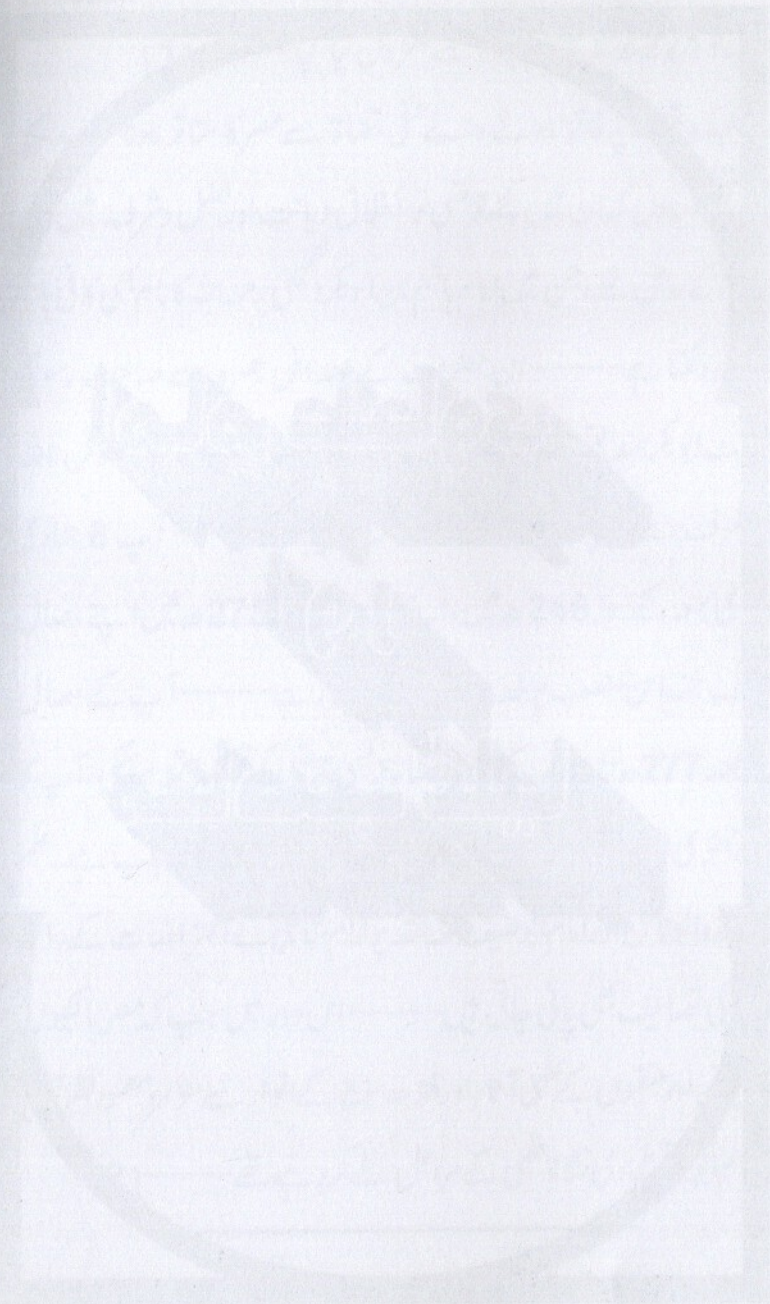
تاریخی مراجع اور کتب طحاوی سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ امام طحاوی کو علم روایت و درایت، فقہی مسائل، شروط توثیق وتحریر معاہدات میں تفوّق و برتری کے ساتھ اخلاق فاضلہ اوراوصاف جمیلہ میں بھی بلند مقام حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ مصر کے قضاۃ وامراء ان کے علوم اور علم الشروط میں ان کی فہم و فراست سے بھر پور استفادہ کیا کرتے تھے-----

مصر کے معروف قاضی محمد بن عبدۃ بن حرب متوفی 313ھ جنہیں 277ھ میں مصر کے عہدہ قضاء پر فائز کیا گیا، اور آپ مسلسل چھ سال تک اس عظیم منصب پر قائم رہے، انہوں نے امام طحاوی کو اولاً اپنا کاتب مقرر کیا اور پھر کچھ عرصہ بعد ان کی فقہی مسائل اور علم الشروط میں براعت ومہارت اور اخلاق فاضلہ کے پیش نظر اپنا خلیفہ اور نائب منتخب کر لیا----- امام طحاوی رحمہ اللہ مصر کے حاکم ابو حسین خمارویہ بن احمد بن طولون متوفی 282ھ کے قتل تک اس منصب پر فائز رہے-----[1]

امام طحاوی رحمہ اللہ کو جو دوسرا منصب نصیب ہوا، اسے قاضی کے سامنے شہادت کا نام دیا جاتا ہے، یہ عہدہ قضائی نظام میں 185ھ میں ایجاد کیا

---

[1] ملحق الولاۃ والقضاۃ ص 517

گیا، اس کے لیے صاحبان علم وتقوٰی کی ایک جماعت ہر وقت قاضی کے سامنے شہادت کے لیے تیار رہتی تھی اور اس منصب پر وہی شخص فائز کیا جاتا تھا جس کے علم و فضل، زہد و تقوٰی معرفت و عدالت اور رفعت شان کی تصدیق جلیل القدر علماء کیا کرتے تھے اس عظیم منصب پر پہنچنے کے لیے شہر کے امراء اور سر کردہ لوگ بڑی تگ ودو میں رہتے تھے----[1]

اس سے قبل زمانہ ماضی میں جب قضاۃ کے سامنے کوئی شہادت دیتا اور وہ علم و اخلاق میں اچھی شہرت رکھتا تو قاضی اس کی شہادت کو قبول کر کے فیصلہ صادر کر دیتا، اور اگر وہ غیر معروف ہوتا تو قاضی اپنا فیصلہ موقوف کر دیا کرتا تھا----قاضی غوث بن سلیمان نے خلیفہ منصور کے دور خلافت میں مصر کے عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلے گواہوں کی ذاتی اور اخلاقی حیثیت کے بارے تحقیق کا سلسلہ جاری کیا، پھر قاضی مفضل بن فضالہ جو 168ھ میں مقرر ہوئے تو انہوں نے ایک شخص جسے صاحب المسائل کہا جاتا تھا کو مقرر کیا جو گواہوں کے متعلق تحقیق کر کے ان پر گواہی دینے کا فریضہ انجام دیتا تھا، بعد ازاں جب ہارون الرشید کی طرف سے 185ھ میں عبدالرحمان بن عبداللہ العمری مصر کے قاضی مقرر ہوئے تو انہوں نے

---

[1] مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اوناں ص 33

گواہوں کی تعیین کی اور ان کے اسماء کو ایک رجسٹر میں درج کر دیا گواہوں کی باضابطہ تدوین کا کام آپ سے ہی منسوب کیا جاتا ہے اس کے بعد آنے والے قضاۃ آج تک اسی طریقہ کار کو اپنائے ہوئے ہیں-----[1]

بہر کیف امام طحاوی رحمہ اللہ اپنی صفات حمیدہ، سیرت حسنہ وسیع علم اور علم فقہ، شروط اور اصول شہادت میں معرفت تامہ کی بنیاد پر ہی اس عظیم منصب تک پہنچے-----

امام ابن زولاق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''کہ معروف قاضی مصر ابو عبید علی ابن الحسین بن حرب جنہیں احکام شرعیہ میں بلند ترین معرفت حاصل تھی اور ابو جعفر طحاوی جو شروط تسجیلات اور شہادات کی نقد پرکھ کرنے میں کمال رکھتے تھے، ایک روز قاضی ابو عبید کے سامنے شہادت دینے کے لیے حاضر ہوئے جب آپ اداء شہادت سے فارغ ہوئے تو قاضی نے آپ سے کہا مجھے اس کے متعلق پھر بتاؤ جب انہوں نے اس کا اعادہ کیا تو قاضی نے پھر کہا مجھے اس کے بارے پھر بتاؤ، ابو جعفر طحاوی نے کہا میں قاضی سے تخلیہ میں جانے کی اجازت چاہتا ہوں، قاضی نے کہا جا سکتے ہو، جب آپ تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے تو قاضی

---

[1] الولاۃ والقضاۃ ص 394/385/361

سے کہنے لگے اللہ تعالیٰ تمہیں عزت سے رکھے ایسا ہی ہے اور میں اس پر شہادت دیتا ہوں چنانچہ قاضی نے آپ سے کتاب لے کر آپ کی شہادت پر فیصلہ صادر کر دیا-----[1]

مؤرخین نے اپنی کتب میں قضاۃ مصر کے ساتھ آپ کے علمی و فقہی تعلقات کی بہت سی جہات کا ذکر کیا ہے-----تاہم آپ کا قضاۃ سے یہ اتصال اور ان مناصب علیا پر فائز ہونا دنیاوی منفعت یا حصول جاہ وجلال پر نہ تھا، بلکہ اس سے مقصود ان علماء سے مذاکرۂ علم اور استفادۂ دین تھا، وہ علمی مسائل میں مناقشہ اور حدیث نبوی ﷺ کی روایت کے سلسلے میں ان سے وابستہ رہے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ کے بیٹے نے آپ کو ایک قاضی کے معزول کیے جانے کی خبر دی تو آپ نے اس سے کہا:

ویحک أهٰذه تهنئة واللّٰه هذه تعزية من اذاكر بعده او من أجالس---[2]

''تجھ پر افسوس ہے! یہ کوئی خوشی کی خبر نہیں، بخدا یہ تو صدمے کی بات ہے، ان کے بعد میں کس کے پاس بیٹھ کر علمی مذاکرہ کروں گا''

کیوں کہ معزول قاضی، امام طحاوی کے ساتھ خصوصی طور پر ہر ہفتہ کی رات علمی مذاکرہ کا اہتمام کیا کرتے تھے، طرح قاضی ابو عبید نے بھی ہفتہ کی ایک شام امام ابو جعفر طحاوی کے ساتھ خاص کر رکھی تھی-----[3]

---

[1] لسان المیزان 281/1 [2] لسان المیزان 274/1 [3] لسان المیزان 274/1

امام طحاوی

کے

اساتذہ اور مشائخ

امام طحاوی رحمہ اللہ نے تحصیل علم کے لیے جلیل القدر مشائخ اور ماہرین علوم اسلامیہ سے استفادہ کیا----ان میں مصری علماء کے علاوہ اسلامی ممالک سے مصر میں وارد ہونے والے اساطین علم وحکمت کی کثیر تعداد شامل نظر آتی ہے----اسی لیے امام طحاوی کے پاس علم وحکمت اور اجتہاد وبصیرت کا جو ذخیرہ دکھائی دیتا ہے وہ ان کے معاصرین میں کہیں نظر نہیں آتا----

القرشی متوفی 775ھ کا قول ہے:

سمع الحديث من خلق من المصريّين والغرباء القادمين الى مصر و تصانيفه تطفح بذكر شيوخه وجمع بعضهم مشائخه فى جزء------[1]

''آپ نے مصری اور مصر میں باہر سے آنے والے مشائخ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی تصانیف میں آپ کے شیوخ کا ذکر کثرت سے ملتا ہے، بعض علماء نے تو آپ کے مشائخ کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے''۔

علامہ کوثری رحمہ اللہ کا بیان ہے:

---

[1] الجواہر المضیۃ 275/1

''کہ آپ نے اطراف عالم سے مصر میں آنے والے شیوخ کرام سے خوب استفادہ کیا اور ان کے علوم وفنون کو جمع کر کے ممتاز علمی مقام پر پہنچے، محدّث ابن عیینہ اور ابن وھب کے اصحاب سے حدیث کی سماعت کا شرف پایا اور پھر شام جا کر بیت المقدس غزہ اور عسقلان کے فقہاء ومحدثین سے بھی اکتساب فیض کیا''۔----- [1]

شیخ کاندھلوی نے شرح معانی الآثار کے مقدمہ امانی الاحبار میں، امام طحاوی نے معانی الآثار اور مشکل الآثار میں جن شیوخ عظام سے روایت کی ہے یا آپ کے وہ مشائخ جن کا ذکر اصحاب الرجال والتاریخ نے کیا ہے ان کی تعداد 272 بتائی ہے----- یہ ان شیوخ کے علاوہ ہیں جن کے اسماء گرامی آپ کی کتاب احکام القرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ میں آپ کے معروف اساتذہ اور مشائخ کی فہرست دی جارہی ہے----- [2]

(1) ابو جعفر احمد بن ابو عمران القاضی بغدادی متوفی 280ھ

آپ ثقہ، حافظ حدیث اور علم درایت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے----- [3]

(2) ابو بکرہ بکّار بن قتیبہ البکراوی البصری متوفی 270ھ

---

[1] الحاوی ص 20 [2] امانی الاحبار 126/10، الحاوی ص 6

[3] الجواہر المضیۃ 274/1 نجوم زاہرہ 239/2 الفوائد البھیۃ ص 32

آپ حنفی فقیہ، قاضی مصر، ثقہ اور مامون تھے امام طحاوی نے بکثرت آپ سے روایت حدیث کی ہے-----[1]

(3) قاضی الدنیور ابوبکر جعفر بن محمد بن حسن الفریابی متوفٰی 301ھ

آپ ثقہ، حافظ، حجت اور کبیر الشان مصنف تھے-----[2]

(4) ابوعلی حسین بن نصر بن المعارک بغدادی متوفٰی 261ھ

آپ مصر میں وارد ہوئے اور مسند حدیث پر فائز رہ کر مصر میں ہی فوت ہوئے-----[3]

(5) خلاد بن محمد الواسطی رحمہ اللہ

جو محمد بن شجاع الثلجی سے حدیث کی روایت کرتے تھے، امام طحاوی نے تفسیر الحدیث میں صرف ایک مقام پر ان سے روایت کی ہے-----[4]

(6) ابوشیبہ، داؤد بن ابراہیم بن داؤد

یہ فارسی الاصل تھے، مصر میں قیام پذیر ہوئے، امام دار قطنی نے انہیں صالح کہا، اور خطیب نے ضعیف، آپ نے مصر میں ہی 310ھ میں وصال فرمایا-----[5]

---

[1] الولاۃ والقضاۃ ص505، وفیات الاعیان 279/1 الجواہر المضیۃ 275/1 امانی الاحبار ص12
[2] تذکرۃ الحفاظ 236/2، تاریخ بغداد 199/7، معجم البلدان 372/6، شذرات الذہب 235/2
[3] الحاوی ص9 [4] امانی الاحبار ص17 [5] امانی الاحبار ص17

(7) ابو محمد ربیع بن سلیمان الجینزی مصری

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شاگرد، کثیر الحدیث، ثقہ اور صالح تھے، آپ نے 256ھ میں وصال فرمایا-----[1]

(8) ابو علی زکریا بن یحیٰ رحمہ اللہ

امام طحاوی نے آپ سے معانی الآثار میں ایک اور مشکل الآثار میں صرف دو حدیثیں روایت کی ہیں-----[2]

(9) ابو عمرو سعد بن عبداللہ بن عبدالحکم مصری رحمہ اللہ

صدوق اور صالح تھے، ابن ابی حاتم کا قول ہے ''میں نے ان سے مکہ اور مصر میں حدیث سنی وہ صدوق تھے''-----[3]

(10) ابو الحسن شعیب بن اسحاق یحیٰ متوفی 270ھ

ابن یونس نے انہیں علماء مصر میں شمار کیا ہے-----[4]

(11) ابو الفضل صالح بن عبدالرحمان بن عمرو بن حارث الانصاری رحمہ اللہ، ثقہ اور صدوق تھے-----[5]

(12) طاہر بن عمرو بن ربیع بن طارق

---

[1] الحاوی ص 9، امانی الاحبار ص 13 [2] الحاوی ص 9، امانی الاحبار ص 13 [3] الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم 92/3، امانی الاحبار ص 13 [4] امانی الاحبار ص 17 [5] الجرح والتعدیل 408/4

امام طحاوی نے ان سے مشکل الآثار میں دو مقامات پر روایت کی ہے-----[1]

(13) عبداللہ بن ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی

الحافظ الکبیر، فقیہ، زاہد، حافظ اور صوفی تھے 230ھ میں پیدا اور 316ھ میں فوت ہوئے-----[2]

(14) ابو محمد فہد بن سلیمان بن یحییٰ الکوفی متوفی 275ھ

مصر میں آئے اور روایت حدیث کی-----[3]

(15) ابوالقاسم بن عبداللہ بن مہدی بن یونس الاخمیمی استاذ امام ابن عدی متوفی 304ھ-----[4]

(16) ابوالحارث لیث بن عبدۃ بن محمد المروزی رحمہ اللہ

امام طحاوی نے آپ سے تین مقامات پر روایت کی ہے-----[5]

(17) محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم

مفتی مصر ثقہ اور صدوق تھے، آپ نے 268ھ میں وصال فرمایا-----[6]

---

[1] الحاوی ص 9 [2] تذکرۃ الحفاظ 298/2، وفیات الاعیان 214/1، میزان الاعتدال 43/2 [3] امانی الاحبار ص 84 [4] امانی الاحبار ص 9 [5] امانی الاحبار ص 2، مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اوتال ص 37 [6] تذکرۃ الحفاظ 808/3، النجوم الزاہرہ 239/3

(18) ابوالقاسم ولید بن محمد التمیمی النحوی القاری اور ثقہ مجوّد تھے، آپ نے 263ھ میں وصال فرمایا-----[1]

(19) ابویزید ہارون بن محمد عسقلانی

امام طحاوی نے آپ سے مشکل الآثار میں 9 مقامات پر روایت کی ہے-----[2]

(20) ابوالفتح نصر بن مرزوق المعروف ابن شدقین متوفی 262ھ

(21) ابوموسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ الصدفی بصری

ثقہ اور ذکی عالم تھے آپ نے 264ھ میں انتقال فرمایا-----[3]

امام شمس الدین الذہبی متوفی 748ھ نے امام طحاوی کے معروف مشائخ حدیث میں ان اسماء کا ذکر کیا ہے-----

عبدالغنی بن رفاعہ، ھارون بن سعید الایلی، یونس بن عبدالاعلیٰ، بحر بن نصر الخولانی، محمد عبداللہ بن عبدالحکم، عیسیٰ بن مثرود، ابراہیم بن منقذ، ربیع بن سلیمان المرادی، ابوابراہیم المزنی، بکار بن قتیبہ، مقداد بن داؤدالرعینی، احمد بن عبداللہ بن البرقی، محمد بن عقیل الفریابی، یزید بن سنان البصری-----[4]

رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً

---

[1] الحاوی ص 11 [2] الحاوی ص 239/3

[3] الجواہر المضیہ 275/1، امانی الاحبار ص 16 [4] سیر اعلام النبلاء ج 11

امام طحاوی

کے

چند معروف تلامذہ
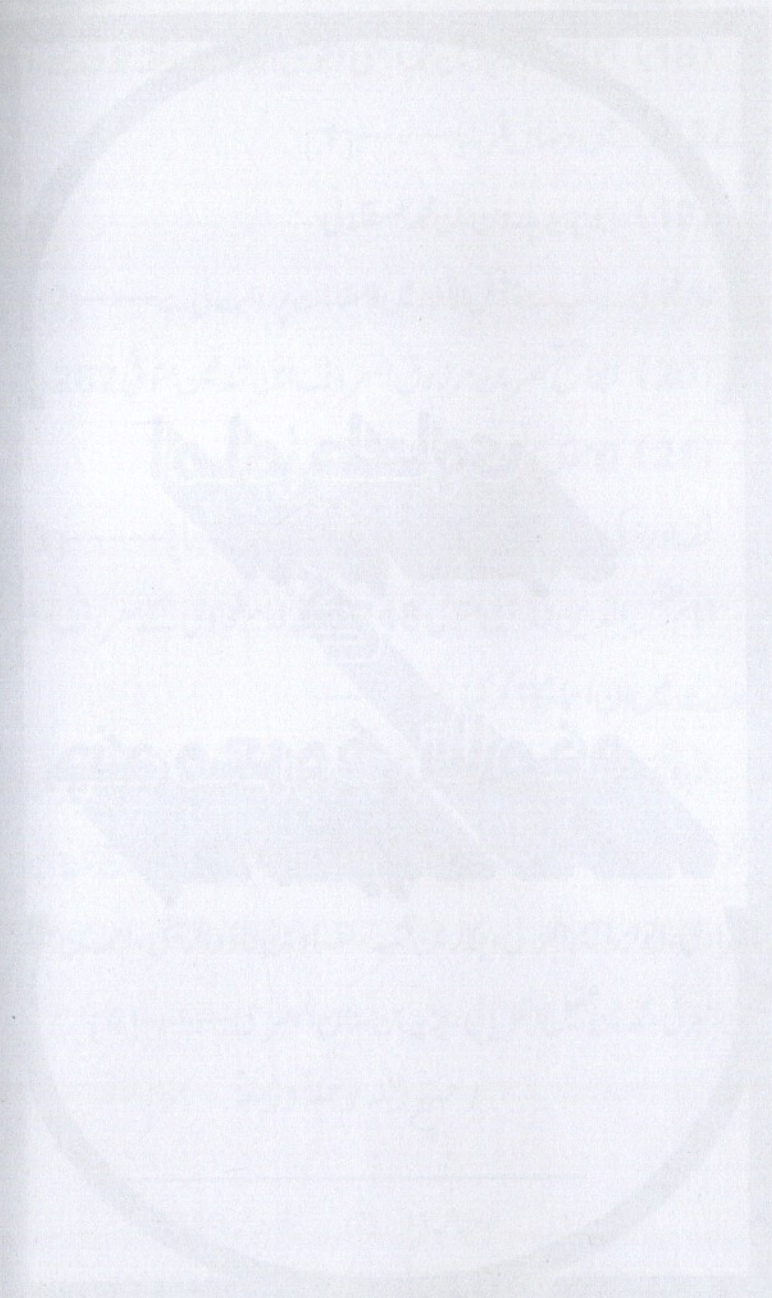
امام طحاوی رحمہ اللہ معرفت حدیث وفقہ اور دیگر دینی علوم میں جب اوج کمال کو پہنچے اور آفاق عالم میں ان کی علمی سطوت کا آفتاب چمکنے لگا تو مختلف مذاہب ومسالک کے طلّابِ علم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھانے لگے-----مختلف مؤرخین نے آپ سے حدیث کی روایت کرنے والوں کی کثیر تعداد کا ذکر کیا ہے، جن میں ایک بھاری تعداد ان مشہور حفاظ کی بھی نظر آتی ہے جنہوں نے باضابطہ آپ سے حدیث کی سماعت کی اور اس کی روایت کی، آپ سے اجازت لی-----

عظیم محدّث علامہ عبدالغنی المقدسی متوفی 600ھ، کتاب الکمال میں لکھتے ہیں:

''کہ امام طحاوی سے خلق کثیر نے روایت کی اور بعض اہل علم نے تو آپ سے مروی احادیث کو کتاب کی صورت میں بھی مدوّن کیا-----[1]

ان سے چند اہم نام یہ ہیں-----

(1) احمد بن ابراہیم بن حماد متوفی 329ھ

آپ مصر کے قاضی اور قاضی اسماعیل کے پوتے، ثقہ عالم تھے-----[2]

---

[1] الحاوی ص 7 [2] الولاۃ والقضاۃ ص 483 المنتظم ابن جوزی 319/6، تاریخ بغداد 15/4، لسان المیزان 281/1

(2) ابو الفتح احمد بن الحسن بن سہل البصری المعروف ابن الحمصی-----[1]

(3) ابوالطیب احمد بن سلیمان بن عمر بغدادی الجریری

یہ امام ابن جریر طبری کے مذہب کے فقیہ تھے، طبرستان سے نقل مکانی کر کے مصر میں سکونت پذیر ہوئے-----[2]

(4) احمد بن قاسم بن عبید اللہ بغدادی المعروف ابن الخشاب شیخ الدار قطنی متوفٰی 263ھ-----[3]

(5) احمد بن محمد بن جعفر الاسوانی المالکی الصوّاف متوفی 364ھ-----[4]

(6) ابوسعید اسماعیل بن احمد بن محمد الجرجانی نزیل نیشاپور

آپ نے ابویعلیٰ موصلی اور امام طحاوی سے حدیث سماعت کی، اور آپ سے الجوزقی، حاکم، اور محمد بن الجارود وغیرہم نے روایت کی، آپ نے 82 برس میں 367ھ میں وصال فرمایا-----[5]

---

[1] لسان المیزان 154/1، :امانی الاحبار ص 26 [2] تاریخ بغداد 179/4

[3] سیر اعلام النبلاء 151/16 [4] حسن المحاضرہ 450/10

[5] تاریخ جرجان ص 151 تہذیب تاریخ دمشق 14/3

(7) ابو عبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن عبدالرحمان الھروی المعروف شمّاخی

آپ نے دمشق میں امام ابو جعفر طحاوی سے حدیث کی، سماعت وروایت کی، حاکم اور علی بن جہم وغیرہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، آپ کا 372ھ میں وصال ہوا-----[1]

(8) ابو علی حسین بن ابراہیم بن جابر الفرائضی المعروف ابوزمزام

آپ نے بھی امام ابو جعفر طحاوی سے حدیث کی سماعت کی 362ھ میں دمشق آئے اور 368ھ میں وصال فرمایا، باب الجابیہ میں مدفون ہوئے-----[2]

(9) ابوالقاسم حمید بن ثوابہ جذامی اندلسی

آپ دمشق، مصر اور بغداد میں وارد ہوئے، اور ابوالحسن المھرائی اور امام طحاوی سے حدیث کی روایت کی-----[3]

(10) ابوطالب سعید بن محمد البردعی

امام طحاوی کے اصحاب میں شامل تھے، انہوں نے آپ سے بغداد میں

---

[1] تہذیب تاریخ مشق 285/4 سیر اعلام النبلاء 260/16 [2] تہذیب تاریخ دمشق 487/4 سیر اعلام النبلاء 140/16 [3] تاریخ علماء اندلس 124/1

درس حدیث لیا-----[1]

(11) ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی

صاحب معجم کبیر، صغیر، اوسط، طویل عمر پانے کی بناء پر علم الاسناد آپ پر منتہی ہوا، حافظ، مصنف، ثقہ عالم تھے، آپ نے 360ھ میں وصال فرمایا-----[2]

(12) ابو احمد عبداللہ بن عدی بن عبداللہ الجرجانی

صاحب الکامل فی الجرح والتعدیل، حافظ، نقاد 277ھ میں پیدا ہوئے اور 365ھ میں وصال فرمایا-----[3]

(13) ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد المعروف ابن ابوالعوام

حافظ اور کبیر الشان قاضی تھے-----[4]

(14) ابوسعید عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس مصری

حافظ، مؤرخ، مصنف، صاحب تاریخ علماء مصر متوفی 347ھ---[5]

(15) عبدالرحمان بن اسحاق بن محمد بن معتمر السدوسی الجوہری
قاضی مصر 302ھ میں منصب قضاء پر فائز ہوئے اور 314ھ میں

---

[1] الفوائد البھیہ ص80 [2] وفیات الاعیان 403/3، تذکرۃ الحفاظ 809/3، سیر اعلام النبلاء 119/16
[3] تذکرۃ الحفاظ 940/3 سیر اعلام النبلاء 154/160 [4] الحاوی ص12 [5] سیر اعلام النبلاء 578/15، الجواہر المضیہ 276/1، حسن المحاضرہ 228/1

معزول کردیے گئے-----[1]

(16) ابو القاسم عبداللہ بن عبید اللہ بن داؤد ہاشمی داؤوی فقیہ داؤدیہ بخراسان

آپ نے امام طحاوی، ابو العباس بن عقدہ اور حسین بن اسماعیل المحاملی

بخارا میں 275ھ میں فوت ہوئے-----[2]

(17) ابو القاسم عبید اللہ بن عمر بغدادی

الفقیہ نزیلِ قرطبہ ،ماہر اصول و فروع و قراء ات متوفٰی 365ھ-----[3]

(18) ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن سلامہ

امام طحاوی کے صاحبزادے، امام نسائی سے کتاب السنن کے راوی، آپ نے اپنے والد گرامی قدر سے روایت کی اور فقہ کا درس لیا 351ھ میں فوت ہوئے-----[4]

(19) ابو بکر محمد بن ابراہیم بن علی

حافظ، ثقہ، محدّثِ اصبہان، صاحبِ معجم کبیر، محدث کبیر، صاحب مسانید

---

[1] حسن المحاضرہ 145/2 [2] المنتظم 98/5 الجواہر المضیہ 275/1 [3] لسان المیزان 110/4

[4] الانساب سمعانی 219/8 الجواہر المضیہ 352/1 لسان المیزان 278/1

متوفی 281ھ آپ نے امام طحاوی سے شرح معانی الآثار اور سنن الشافعی روایت کی-----[1]

(20) ابو بکر محمد بن بدر بن عبدالعزیز مصری قاضی استاذ ابو سعید بن یونس متوفی 330ھ-----[2]

(21) محمد بن جعفر بن حسین بغدادی المعروف غندا

ثقہ حافظ کبیر متوفی 360ھ-----[3]

(22) ابو سلیمان محمد بن عبداللہ بن احمد بن زبیر

محدث دمشق حافظ، ثقہ متوفی 379ھ-----[4]

(23) قاضی مصر ابو عبداللہ محمد بن عبیدہ

آپ 277ھ میں قاضی مقرر ہوئے اور 283ھ تک اس منصب پر فائز رہے-----[5]

(24) ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ بغدادی

صاحب المسند امام ابو حنیفہ، حافظ، ثقہ، امام الدار قطنی نے بھی آپ سے روایت کی متوفی 379ھ-----[6]

(25) ابو القاسم مسلم بن قاسم بن ابراہیم القرطبی متوفی 352ھ-----[7] رحمھم اللہ رحمۃً واسعۃً

---

[1] سیر اعلام النبلاء 398/16 [2] امانی الاحبار ص 28 [3] تاریخ بغداد 152/2 [4] تذکرۃ الحفاظ 994/3

[5] حسن المحاضرہ 145/2 [6] جامع المسانید 5/1 تاج التراجم ص 9 تاریخ بغداد 263/3 سیر اعلام النبلاء 418/16 [7] الجواہر المضیہ 275/1 میزان الاعتدال 12/4 سیر اعلام النبلاء 110/16

امام طحاوی اپنی تصانیف کے آئینے میں
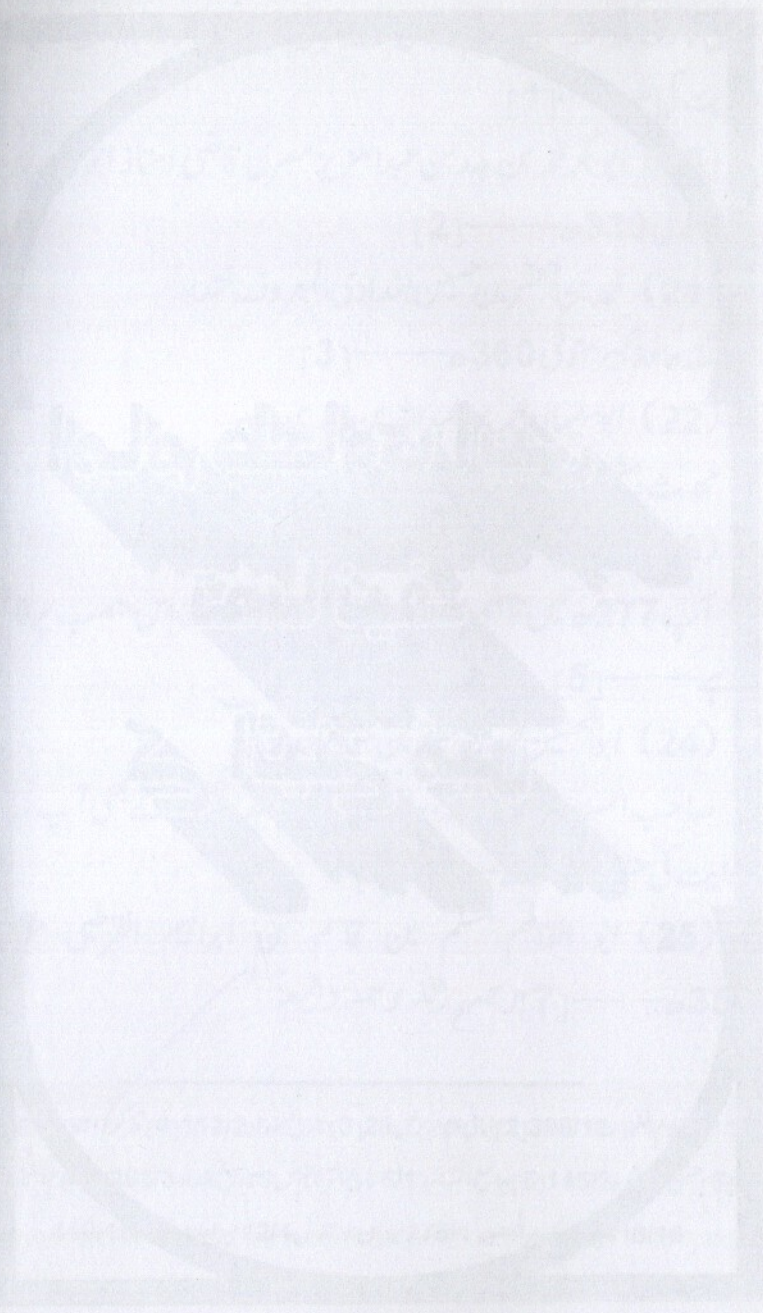
امام طحاوی رحمہ اللہ کو ان علماء میں شمار کیا جاتا ہے جو تصنیف و تالیف کے میدان میں مہارت تامہ اور کامل دسترس رکھتے تھے، امام موصوف نے فقہ، حدیث، عقیدہ، تفسیر، شروط اور تاریخ میں کتب قیّمہ رقم فرمائیں۔ مؤرخین نے آپ کی 33 سے زائد کتب کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس علمی شخصیت کے وہ آثار ہیں جن سے آپ کی علمی جلالت اور گہری بصیرت کا ثبوت ملتا ہے-----

علامہ ذہبی کا قول ہے:

من نظر الی تالیف هذا الامام علم محلّه من العلم وسعة معارفه------[1]

''جو شخص اس امام طحاوی کی تالیف کی طرف دیکھتا ہے، وہ علم اور وسعتِ معارف میں ان کے مرتبہ و مقام کو خوب پہچانتا ہے''۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں:

''اگر طحاوی جیسا امام یورپ میں ہوتا تو وہاں کے علم پرور لوگ اس کی کتابوں کی دراست و تحقیق پر گہری توجہ دیتے اور ماہرین علماء کی جماعت اس کام کے لیے وقف کر دیتے''-----[2]

---

[1] سیر اعلام النبلاء 30/15 [2] طحاوی ص 33

ذیل میں آپ کی دستیاب مطبوعات اور مخطوطات کا ذکر کیا جا رہا ہے-----

عقیدہ

[1] عقیدہ طحاویہ

اس رسالہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کا بیان ہے، امام موصوف نے اس میں سلف صالحین کے افکار پر اصول دین کو واضح الفاظ میں رقم کیا ہے-----اہل السنہ کے سلف وخلف کے یہاں اسے مقبول ومحبوب سمجھا جاتا ہے، اس کی ہر دور میں سبوط شروحات بھی لکھی گئیں، چند معروف شروحات یہ ہیں-----

☆ شرح اسماعیل بن ابراہیم بن احمد الشیبانی متوفی 629ھ

☆ شرح نجم الدین ابوالشجاع بکبرس الترکی متوفی 651ھ

☆ شرح ھبۃ اللہ بن احمد بن معلیٰ ترکستانی متوفی 773ھ

☆ شرح محمود بن احمد بن مسعود القنوی الحنفی متوفی 770ھ

☆ شرح محمد بن محمد بن محمود البابرتی متوفی 786ھ

☆ شرح ابن ابوالعز صدر الدین محمد بن علاء الدین متوفی 792ھ

☆ شرح السراج عمر بن اسحاق غزوی مصری رحمہ اللہ

☆ شرح عمر بن اسحاق حنفی ہندی متوفی 772ھ

☆ شرح علی بن محمد بن ابو العزّ الحنفی تحقیق احمد شاکر متوفٰی 1373ھ

☆ شرح عبد الغنی غنیمی میدانی الحنفی الدمشقی متوفٰی 1298ھ

☆ شرح عبد الرحیم بن علی الاماسی شیخ زادہ الرومی متوفٰی 944ھ

☆ شرح حسین بن عبد اللہ الاقحصاری البسنوی متوفٰی 1025ھ-----[1]

علم تفسیر

[2] تفسیر القرآن

امام طحاوی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی رقم فرمائی، جو تا حال مخطوطہ کی حالت میں چلی آرہی ہے، کا ایک نسخہ اسکندریہ کی جامع الشیخ کے مکتبہ میں بھی محفوظ ہے، یہ تفسیر سورہ انفال سے شروع ہوتی ہے، یہ مخطوطہ 8 ویں ہجری میں قلمبند کیا گیا تھا-----[2]

[3] احکام القرآن الکریم

امام موصوف کی یہ کتاب بھی ان کی کتب مفقودہ میں شمار کی جاتی تھی، مگر چند سال قبل اس کا ایک نسخہ استانبول ترکی میں دستیاب ہوا، اور 1416ھ میں مطبعہ مدیریہ لنشر و الطباعۃ انقرہ ترکی کو اس کی طباعت کا شرف

---

[1] کشف الظنون ص 1143، ایضاح المکنون 555/2 جواہر مضیہ 144/1 الحاوی ص 39 تاج التراجم ص 9 معجم المولفین 193/3 [2] فہرس المخطوطات المصورہ فوائد السید 29/1 القاہرہ 1953ء

حاصل ہوا-----اب احکام القرآن کی دو جلدیں ڈاکٹر سعد الدین اونال مدظلہ العالی کے تحقیق کے ساتھ پاکستان میں بھی فروخت ہو رہی ہیں۔

علامہ الکوثری فرماتے ہیں:

”کہ امام طحاوی کی احکام القرآن 20 اجزاء میں رقم کی گئی تھی“۔

قاضی عیاض المالکی رحمہ اللہ الاکمال میں لکھتے ہیں:

”کہ امام طحاوی نے تفسیر القرآن کے سلسلے میں ایک ہزار ورق رقم کیا تھا اور یہی احکام القرآن کے نام سے موسوم ہے“-----[1]

احکام القرآن ڈاکٹر اونال کی نظر میں

احکام القرآن الکریم کے مقدمہ میں ترکی کے معروف دینی محقق علامہ اُونال رقم طراز ہیں:

”کہ احکام القرآن اس نوع و انداز میں امام طحاوی رحمہ اللہ کی وہ دوسری کتاب ہے جو ہم تک پہنچی، اس سے پہلے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب احکام القرآن ہے، جسے امام شافعی کی نصوص و تصریحات کے حوالے سے امام ابو بکر البیہقی متوفی 458ھ نے جمع کیا تھا-----تاہم امام شافعی رضی اللہ عنہ کی کتاب کے بعد اس نوع کی تالیفات میں ترتیب کے اعتبار

[1] مقالات الکوثری ص 470

سے یہ پانچویں کتاب ہے، کیوں کہ اس سے قبل ابوالحسن علی بن ایاس سعدی مروزی متوفٰی 244ھ، ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق ازدی متوفٰی 282ھ اور ابوالحسن علی بن موسیٰ القمی الحنفی متوفٰی 305ھ بھی اس عنوان پر کتب رقم کر چکے تھے، مگر امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں فقہ وحدیث کے علوم میں جس علمی شان وشوکت کا اثبات واظہار کیا، وہ سابقہ کتب میں کم ہی دکھائی دیتا ہے----- امام موصوف اس کتاب میں فقہی احکام کا استخراج واستنباط، جب ان کے اصلی مصادر سے کرتے ہیں تو ان کے درمیان صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے فقہاء ائمہ کے اقوال کو بھی پیش کرتے ہیں، اور ہر قول کو متصل سند کے ساتھ صاحب قول کی طرف منسوب بھی کرتے ہیں، نیز تمام دلائل کا مناقشہ کرنے کے بعد کسی ایک قول کو ترجیح بھی دیتے ہیں----- امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بالعموم جس طریقہ کو اپنائے رکھا وہ یہ ہے کہ آپ جب کسی آیت کو اس کے معانی بیان کرنے اور اس سے احکام کا استخراج کرنے کے لیے لاتے ہیں، تو فرماتے ہیں:

''تأویل قول اللہ تعالٰی''

پھر اس میں وارد ہونے والی قراء آت کا ذکر کرتے ہیں پھر اس کا سبب نزول بیان کرتے ہیں----- بعد ازاں دیکھتے ہیں کہ کتاب اللہ میں کوئی

اور ایسی آیت موجود ہے جو اس آیت مبارکہ کے معنی کو بیان کر سکے، بصورت دیگر وہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر نظر ڈالتے ہیں، اگر کوئی حدیث آیت شریفہ میں وارد ہوئی ہو تو وہ اس سے آیت مبارکہ کا معنی و حکم بیان کرتے ہیں----- کتاب وسنت کے بعد وہ صحابہ کے اقوال وافعال کو دیکھتے ہیں، کہ کیا ان کی طرف سے اس آیت کے کشف وبیان کے سلسلہ میں کوئی بات مروی ہوئی ہے، ایجاب کی صورت میں وہ اسی سے معنی آیت کو متعیّن کرتے ہیں، اس کے بعد وہ تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال کا ذکر کر کے اس آیت کا معنی ظاہر کرتے ہیں، تمام ائمہ کرام کے دلائل کا تجزیہ ومناقشہ کرتے ہوئے جب ان کی وہ احادیث جن سے انہوں نے استدلال کیا ہوتا ہے متکافی اور ہم پلّہ ہوتی ہیں اور ان میں کسی کے قول کر ترجیح دینا متعذر اور انتہائی مشکل ہو جاتا ہے تو وہ اصول فقہ وحدیث کی روشنی میں کسی ایک کی ترجیح پر اعتماد کر لیتے ہیں----- جیسا کہ آپ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

''کہ متصل اسناد زیادہ فضیلت ومرتبہ رکھتا ہے کہ اسے قبول کر لیا جائے اس کے مقابل جو اس کے خلاف جا رہا ہے''۔

وہ روایت جو صحیحۃ الاسناد کی زیادتی پر مشتمل ہے، اس پر عمل کرنا اولیٰ و افضل ہے۔ حافظ الحدیث کی روایت میں وارد ہونے والے نقص اور زیادتی

پر مقام تعارض میں عمل کرنا اس کی روایت پر عمل کرنے سے افضل ہے، جو حفظ حدیث میں اس کے سامنے کم درجہ رکھتا ہے-----[1]

اس نہج پر امام طحاوی سے پہلے اور آپ کے بعد کی تالیفات---

(1) احکام القرآن، امام شافعی رضی اللہ عنہ متوفی 204ھ یہ اس نوع پر لکھی جانے والی وہ پہلی کتاب ہے، جسے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے----- اسے امام ابو بکر بیہقی نے بھی آپ کی تالیف قرار دیا ہے، اور امام شافعی کے طرف منسوب کتاب احکام القرآن جو آج کل مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے، اسے امام بیہقی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ اور آپ کے سر کردہ اصحاب مثلاً المزنی البویطی، الربیع الجیزی المرادی، حرملہ الزعفرانی، ابو ثور ابو عبد الرحمان یونس بن عبد الاعلیٰ وغیرہم کی کتابوں سے، ان کی نصوص سے جمع اور ترتیب دیا ہے-----[2]

(2) احکام القرآن، شیخ ابو الحسن علی بن حجر بن ایاس سعدی مروزی متوفی 244ھ آپ کا شمار حفاظ الحدیث میں کیا جاتا ہے-----[3]

---

[1] الحاوی ص 22 مقدمہ احکام القرآن ص 5 [2] دار الکتب العلمیہ بیروت 1395ھ تقدیم علامہ کوثری [3] تذکرۃ الحفاظ 33/2 تہذیب التہذیب 293/7 الاعلام زرکلی 270/4

(3) احکام القرآن، قاضی، فقیہ ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق الازدی البصری متوفی 282ھ-----[1]

(4) احکام القرآن، شیخ ابو الحسن علی بن موسیٰ بن یزداد القمی الحنفی متوفی 205ھ آپ نے یہ کتاب اہلِ عراق، احناف کے مذہب پر تالیف فرمائی-----[2]

(5) احکام القرآن، امام ابو جعفر طحاوی مصری متوفی 321ھ

(6) مختصر احکام القرآن، ابو الفضل بکر بن محمد بن علاء بن محمد بن زیاد القشیری متوفی 244ھ-----[3]

(7) احکام القرآن، ابو بکر احمد بن علی الرازی المعروف جصّاص متوفی 370ھ-----[4]

(8) احکام القرآن، شیخ ابو الحسن علی بن محمد الشافعی بغدادی متوفی 504ھ-----[5]

(9) احکام القرآن، قاضی ابو بکر محمد بن عبداللہ مالکی المعروف ابن

---

[1] تاریخ بغداد 284/6 قضاۃ اندلس ص 33 الاعلام 310/1 [2] الجواہر المضیہ 380/1 کشف الظنون ص 20 الاعلام 26/5 [3] الاعلام 69/2 [4] سیر اعلام النبلاء 232/10 الجواہر المضیہ 84/1 الوافی بالوفیات 99/6 الاعلام 71/1 معجم المؤلفین 7/2 [5] وفیات الاعیان 327/1 مرآۃ الزمان 37/8 طبقات الشافعیہ 281/4 الاعلام 329/4

العربی متوفی 543ھ-----[1]

(10) احکام القرآن، عبدالمنعم بن محمد بن عبدالرحیم الغرناطی المالکی المعروف ابن الفرس متوفی 599ھ-----[2]

(11) تلخیص احکام القرآن، جمال ابن السراج محمود بن احمد حنفی قونوی متوفی 771ھ-----[3]

(12) تفسیرات احمدیہ بیان آیات شرعیہ، ملاجیون ہندی، صاحب نور الانوار متوفی 1047ھ-----[4]

(13) احکام القرآن، امام ابن بکیر-----[5]

(14) تفسیر آیات الاحکام، شیخ منّاع القطّان، طبعہ القاہرہ، طبعہ المدنی 1384ھ-----

(15) تفسیر آیات الاحکام محمد بن علاء الدین، طبعہ محمد علی صبیح 1373ھ-----

(16) روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام، شیخ محمد علی الصابونی-----

---

[1] وفیات الاعیان 89/1 نفح الطیب 340/1 الاعلام 23/6 قضاۃ اندلس ص 105 جذوۃ الاقتباس ص 160 الدیباج المذہب ص 281 الوافی بالوفیات [2] سیر اعلام النبلاء 83/13 کتاب الصلہ 51/2 بغیۃ الوعاۃ 116/2 اعلام 168/4 [3] قاضی دمشق الدرر الکامنہ 322/4 قضاۃ دمشق ص 200 تاج التراجم ص 52 فوائد بھیہ ص 207 [4] احمد بن ابوسعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق حنفی مکی صدیقی لکھنوی المعروف ملاجیون استاذ سلطان عالمگیر، ایضاح المکنون 554/2 ھدیۃ العارفین 170/1 ھ معجم المؤلفین 233/1 [5] مقدمہ احکام القرآن الکوثری ص 330/314

احکام القرآن طحاوی کی چند خصوصیات

ابو جعفر امام طحاوی کی احکام القرآن ترتیب، تبویب اور انداز کے لحاظ سے مندرجہ ذیل خصائص کی حامل نظر آتی ہے:

- امام موصوف نے اسے ابواب فقہ پر ترتیب دے کر ہر باب میں اس سے متعلق آیات قرآنی کو جمع کر دیا ہے۔
- ہر آیت مبارکہ کے ظاہری معنی کو اس کے باطنی معنی پر مقدم رکھا گیا ہے، آپ اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"کہ قرآن اپنے ظاہر معنی پر نکلتا دکھائی دیتا ہے اگرچہ اس کے باطن کا معنی باطن بھی ہوتا ہے مگر ہم پر یہی واجب ہے کہ ہم اس کے ظاہر معنی کا ہی استعمال کریں، اگرچہ اس کا باطن اس کے خلاف بھی احتمال رکھتا ہو، کیوں کہ ہمیں اس کے ظاہر معنی پر ہی خطاب کیا گیا ہے، اگرچہ بعض اہل علم نے اس مسئلہ میں ہمارا اخلاف بھی کیا ہے، ان کا قول یہ ہے کہ ظاہر قرآن کے باطن سے افضل نہیں ہے، مگر دلائل کی روشنی میں ہمارا مذہب وہی ہے جس پر ہم عمل پیرا ہیں---- اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر آیہ مبارکہ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض

من الخیط الاسود-----[1]

''اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے

سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے''

نازل ہوئی تو آپ نے اسے لوگوں کے سامنے پڑھا، تو ایک

جماعت نے جس میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم الطائی

بھی شامل تھے، دو دھاگے لیے جن میں ایک سفید اور دوسرا

سیاہ تھا، اور آیہ مبارکہ سے یہی معنی مراد لیا، جب انہوں نے

اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اس ظاہر معنی

مراد لینے پر ان کی نکیر کی اور نہ ہی ان پر کوئی سختی فرمائی، بلکہ

صرف اتنا کہا تو چوڑے تکیے والا ہے اس سے تو دن کی روشنی

اور رات کی سیاہی مراد ہے، تو قرآن مجید کے ظاہر کا یہ استعمال

اس امر کی دلیل ہے کہ آیات مبارکہ کی تاویل میں ظاہر باطن

کے مقابل اولیٰ وافضل ہے-----[2]

امام موصوف معنی عام کو معنی خاص پر مقدم رکھتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''کہ ان آیات کو ان کے ظاہر پر رکھنے کے وجوب کے ساتھ ان کو ان

---

[1]. البقرہ 187 [2] احکام القرآن 64/1

کے عموم پر رکھنا بھی واجب ہے، اگرچہ بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ عام خاص سے اَولیٰ وافضل نہیں ہوتا اِلا یہ کہ وہاں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ یا اجماع سے کوئی چیز پائی جائے مگر اس مسئلہ میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ عام اس سلسلے میں خاص سے اَولیٰ ہے، کیوں کہ تنزیل کے ظاہر سے خصوص پر اطلاع اور واقفیت نہیں ہوتی، اس پر واقفیت پانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی بیان یا پھر قرآن مجید سے کوئی دوسری آیت کا پایا جانا ضروری ہے، جو خصوص کی نشان دہی کرے ورنہ وہ اپنے عموم پر ہی رہے گا'' -----[1]

احکام القرآن میں امام ابو جعفر طحاوی نے آیات واحادیث میں ناسخ و منسوخ کو بھی تفصیل سے واضح کیا ہے، وہ سنت سے قرآن کے نسخ کے قائل ہیں۔اس پر انہوں نے بہت سی مثالیں بھی بیان کی ہیں، آپ مقدمہ میں اس عنوان پر یوں رقم طراز ہیں:

ثم وجدنا أشياء قد كانت مستعملة فى الاسلام فرضاً غير مذكورة فى القرآن منها التوارث بالهجرة ومنها الصلوة الى بيت المقدس ومنها بالاحرار-----[2]

''پھر ہمیں کچھ ایسی چیزیں بھی ملی ہیں جو اسلام میں بطور فرض

---

[1] احکام القرآن 65/1 [2] احکام القرآن 61/1

استعمال کی جاتی تھیں مگر وہ قرآن میں مذکور نہ تھیں، مثلاً ہجرت کرنے سے ایک دوسرے کا وارث ہونا، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور آزاد انسانوں کی خرید وفروخت کرنا''۔

اس کے بعد امام موصوف نے حدیث ''لا وصیة لوارث'' کے ساتھ قرآن کا نسخ، سنت رسول ﷺ سے ثابت کیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین اور اقرباء کے لیے قرآن میں وصیت کو فرض کیا تھا-----

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیران الوصیة للوالدین والأقربین﴾------[1]

''اللہ تعالیٰ نے والدین اور اقربین کے لیے تم پر وصیت فرض کی ہے، جب تم سے کسی کے پاس موت آئے اور وہ مال چھوڑ جائے''۔

اس حکم کو سنت رسول اللہ ﷺ سے منسوخ کر دیا گیا----- اس سے ثابت ہوا کی کبھی سنت بھی قرآن کو منسوخ کر دیتی ہے۔ جیسے قرآن مجید، سنت کو منسوخ کرتا ہے، پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو نبی کریم ﷺ سے یہ کہا ہے

---

[1] سورہ بقرہ 180

﴿قل ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی﴾------[1]

''تم فرماؤ! مجھے حق نہیں کہ میں قرآن کو اپنی جانب سے بدل دوں''۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کی تبدیلی بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی ہوگی اور وہ بھی قرآن ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہیں کس نے کہا کہ جو حکم قرآنی منسوخ کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ تھا یا سنت رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں:

ینسخ بھما ماشاء من القرآن کما ینسخ منھما ماشاء بالقرآن------[2]

''ان دونوں کے ساتھ قرآن سے جو چاہے منسوخ کر دیتا ہے جیسے ان دونوں سے جو چاہے قرآن کے ساتھ منسوخ کر دیتا ہے''۔

امام ابو جعفر رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں آیات کی تفسیر و تاویل کے ساتھ ان میں مختلف قراءآت کا بھی ذکر کیا ہے----- نیز ان قراءآت کو پورے اسانید کے ساتھ ان اصحاب قراءآت کی طرف منسوب کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے----- اس تفسیر کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ امام

---

[1] سورہ یونس 15 [2] احکام القرآن 63/1

موصوف متشابہ آیات کی تشریح محکم آیات کے ساتھ کرتے ہیں----- پھر ان کی وضاحت سنت سے اس کے بعد خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ و تابعین کی روایات سے اور اس کے بعد انہیں لغت عرب سے واضح کرنے کی سعی بلیغ فرماتے ہیں----- اس سلسلے میں ان کا طریقہ کار کچھ یوں ہے کہ زیر تفسیر آیہ مبارکہ پر ائمہ کرام کے اقوال کا ذکر کر کے آحادیث و آثار سے ان کے طرق متعددہ اور روایات مختلفہ سمیت ہر امام کی دلیل کو پیش کرتے ہیں، اس سے ان کا مقصد حدیث کی صحت پر اظہار اعتماد، اس کے الفاظ کی تحریر، اس میں کمی یا زیادتی کی وضاحت اور اقوال ائمہ سے جو ان کے یہاں صحیح قرار پاتا ہے، پیش نظر ہوتا ہے، کیوں کہ حدیث مبارکہ کبھی اختصارِ روایت اور کبھی تفصیلِ روایت کے ساتھ وارد ہوتی ہے، کبھی اس میں معیّن سبب کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے مفہوم کی نشان دہی کرتا ہے---- اور کبھی وہی حدیث اپنے سبب وُرود سے خالی دکھائی دیتی ہے، اور کبھی کوئی حدیث مطلق یا کسی روایت میں عام ہوتی ہے اور دوسری روایت میں مقیّد اور خاص کی صورت میں وارد ہوتی ہے تو اس عام کو اس کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے، یا اس کے طرق میں کسی ایک کی سند میں کوئی راوی مجہول یا مدلّس یا اس پر اختلاط کی تہمت ہوتی ہے، اور جب وہی حدیث دیگر طرق سے آئے تو ان

سے جہالت اور تدلیس واختلاط کا شبہ رفع ہو جاتا ہے-----

اس مقام پر علامہ کوثری رحمہ اللہ نے عمدہ بات کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جو شخص روایات کو جمع کرنے میں تساہل سے کام لیتا ہے اور کسی ایک خبر پر اکتفاء کرتے ہوئے اسے صحیح سمجھ لیتا ہے، وہ علم کا پورا حق ادا نہیں کرتا کیوں کہ روایات میں زیادتی اور کمی روایت بالمعنی اور اختصار کے اعتبار سے اختلاف پایا جاتا ہے، جس کے باعث اور محقق کے دل میں اطمینان اسی صورت میں پایا جاسکتا ہے کہ وہ ان تمام روایات کو فقہاء، صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کی آراء کے ساتھ پیش نظر رکھے اور ان پر ناقدانہ تبصرہ کرے تاکہ وہ مردود کی تردید اور مقبول کی تائید پر قادر ہو سکے'' -----[1]

بہر حال یہ وہ حقائق وخصائص ہیں، جنہیں امام ابو جعفر طحاوی نے کتاب احکام القرآن میں پیش نظر رکھا انہی امتیازات کی وجہ سے مذکورہ کتاب اس نوع کی دیگر کتابوں سے منفرد وارفع دکھائی دیتی ہے۔ یہ ارشادات و افادات ہمیں آپ کے ان کلمات سے بھی ملتے ہیں:

قد الّفنا کتابنا ھذا نلتمس فیه کشف ماقدرنا علیٰ کشفه من احکام کتاب اللّٰه تعالیٰ واستعمال ماحکینا

---

[1] الحاوی ص 21 مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اوٗنال ص 9

فی رسالتنا ھذہ فی ذالک وایضاح ما قدرنا علیٰ ایضاحہ منہ ومایجب العمل بہ فیہ بما امکنّا من بیان متشابھہ بمحکمہ وما اوضحتہ السنۃ منہ ومابینتہ اللغۃ العربیۃ منہ ما دلّ علیہ مماروی عن السّلف الصالح من الخلفاء الراشدین المھدیّین ومن سواھم من اصحاب رسول اللہ ﷺ وتابعیھم باحسان رضوان اللہ علیھم، واللہ نسئل المعونۃ علی ذالک والتوفیق لہ فانہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ و ھو حسبنا و نعم الوکیل------[1]

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

[1] احکام القرآن 65/1

حدیث

[4] شرح معانی الآثار

فن حدیث میں یہ آپ کی وہ پہلی تصنیف ہے، جس کی شرح اور اختصار کرنے میں اہل علم نے خوب اہتمام کیا 1300ھ اور 1302ھ میں ہندوستان میں اسے دو جلدوں میں شائع کیا گیا----اور 1386ھ میں مصر میں چار اجزاء میں طبع ہوئی-----پھر بیروت کے دار الکتب العلمیہ والوں نے چار جلدوں میں مقدمہ امانی الاحبار شرح معانی الآثار کے ساتھ شائع کیا-----[1]

شرح معانی الآثار کے چند معروف شارحین

(1) محمد بن محمد الباھلی المالکی رحمہ اللہ عزّوجل-----[2]

(2) حافظ ابو محمد عبدالقادر بن محمد القرشی متوفّٰی 775ھ، الحاوی فی تخریج احادیث معانی الآثار-----[3]

آپ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"کہ مجھ سے کچھ احباب نے درخواست کی، کہ میں معانی الآثار جو حافظ ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ کی تالیف ہے کی احادیث کو حدیث کی

---

[1] مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اونال ص 42 [2] الحاوی ص 33

[3] مخطوطہ دار الکتب المصریہ رقم 195 (حدیث)

کتب مشہورہ صحیحین، سنن اربعہ اور مسانید سے تقابل کر کے ان سے صحیح، حسن اور ضعیف کو بیان کروں"۔

(3) محمود بن احمد بن العینی متوفٰی 855ھ، امام بدر الدین عینی شارح بخاری رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار کی تین شروحات رقم فرمائی ہیں:

☆ نخب الافکار شرح معانی الآثار-----[1]

☆ مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار-----[2]

☆ مغانی الاخبار فی رجال معانی الآثار-----[3]

علامہ الکوثری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام عینی رحمہ اللہ (جنہیں مصر کے معروف مدرسہ المؤیدیّہ میں شرح معانی الآثار کی تدریس کا کئی سال تک شرف حاصل رہا) کی مندرجہ بالا شروحات انتہائی مفید اور معلومات کی حامل ہیں، کاش! کہ دار الکتب المصریہ والے ان قیمتی شروحات کی طباعت کا اہتمام کر ڈالیں-----[4]

(3) الحافظ ابو محمد المنبجی مولف اللباب فی الجمع بین السنّۃ والکتاب

(4) ابو عمر بن عبد البر القرطبی متوفٰی 463ھ

(5) محمد بن احمد بن رشد متوفٰی 520ھ

---

[1] 8 مجلدات دار الکتب المصریہ رقم 526 (حدیث) [2] 6 مجلدات دار الکتب المصریہ رقم 492 (حدیث) [3] 2 جلد دار الکتب المصریہ رقم 82 (مصطلح الحدیث) [4] مقالات کوثری ص 471

(6) عبید بن محمد بن عبد العزیز السّمر قندی متوفٰی 701ھ-----[1]

(7) حافظ عبد اللہ بن یوسف الزیلعی متوفٰی 762ھ-----[2]

امام بدر الدین العینی فرماتے ہیں:

''یوں تو ابو جعفر طحاوی کی تمام تصانیف ہی حسن اور عمدہ ہیں، مگر آپ کی کثیر الفوائد کتاب معانی الآثار کو جب کوئی منصف مزاج بنظر غائر دیکھتا ہے تو وہ اس کو حدیث کی بہت سی مشہور اور مقبول کتابوں پر راجح اور بھاری قرار دیتا ہے''-----[3]

شرح معانی الآثار علامہ کوثری کی نظر میں

مصر میں فقہ حنفی کے امام نامور محقق علامہ زاہد الکوثری متوفٰی 1371ھ امام طحاوی کی اس گراں قدر کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن مصنفاته الممتعة كتاب معانی الآثار و هو يحاكم بين ادلة المسائل الخلافيّة بان يسوق بسنده الاخبار التی يتمسّک بها اهل الخلاف فی تلک المسائل و يخرج من الابحاث بما يقنع الباحث المنصف المتبرئ من التقليد الاعمٰی و ليس لهذاالكتاب نظير

[1] الدرر الکامنہ 433/2 [2] الحاوی ص 36/33 [3] الحاوی ص 14

فی التفقیه و تعلیم طریق التفقّه و تربیة ملکة الفقه رغم اعـراض مـن اعرض عنه و لذالک کان شیخنا العلامة الاستاذ محمد خالص الشروانی رحمه اللّٰه اختاره فی عـداد کتـب الـدراسة مـع الآثـار لـلامـام محمد بن الحسن الشیبانی رحمه اللّٰه عزوجل -----[1]

''آپ کی انتہائی نفع بخش تصنیفات سے معانی الآثار بھی ہے----- اس میں آپ خلافی مسائل کے دلائل کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں، بایں انداز کہ آپ اپنی سند کے ساتھ ان اخبار کو سامنے لاتے ہیں، جن سے اہل خلاف نے ان مسائل میں استدلال کیا ہوتا ہے پھر ان ابحاث سے ایسا نتیجہ پیدا کرتے ہیں جو منصف مزاج محقق اور اندھی تقلید سے اجتناب کرنے والے کو قائل اور مطمئن کر دیتا ہے----- سچ تو یہ ہے کہ فقیہ بنانے، طریقۂ تفقہ سکھانے اور فقہ کا ملکہ پیدا کرنے میں اس کتاب کی نظیر و مثال نہیں ملتی-----باوجود اس کے کچھ حضرات نے اس سے اعراض اور بے رخی بھی برتی ہے، اس خصوصی شان کے پیش

---

[1] مقالات الکوثری ص 471

نظر ہمارے شیخ علامہ محمد خالص شروانی رحمہ اللہ نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی کتاب الآثار کے ساتھ اسے بھی درسی کتابوں میں شامل کردیا تھا"----

❁ [5] مشکل الآثار

اختلاف حدیث کے بیان کے سلسلے میں آپ کی یہ کتاب بھی ایک عظیم اور جلیل ترین مقام رکھتی ہے----اس کا ایک کامل خطی نسخہ استانبول میں مکتبہ فیض اللہ آفندی المعروف مکتبہ ملت میں رقم 273/279 کے تحت موجود ہے---- یوں ہی اس کے دو کامل نسخے مکتبہ برلین 1266/7 اور ہندوستان کے معروف مکتبہ شہر رام پور 209/11 میں بھی موجود ہیں۔

علامہ الکوثری مصری لکھتے ہیں:

"کہ استانبول میں شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی کے مکتبہ میں پایا جانے والا نسخہ ابو القاسم ہشام بن محمد بن ابو حنیفہ الرعینی رحمہ اللہ کی روایت کے ساتھ سات ضخیم مجلدات کی صورت میں محفوظ ہے، اور یہ صحت کے اعتبار سے تمام نسخوں سے ممتاز ہے، اسے ابن السابق مؤرخ نے الضوء الامع میں بھی صحیح قرار دیا ہے-----[1]

---

[1] مقالات کوثری ص 472

کچھ اہل علم نے مشکل الآثار کی تلخیص اور اس کا اختصار کرتے ہوئے اس پر گراں قدر کام کیا ہے۔ ان میں یہ تین نام سرفہرست ہیں:

(1) ابوالولید بن رشد الجد متوفی 520ھ انہوں نے امام طحاوی کی اس کتاب پر کچھ اعتراضات بھی وارد کیے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں رقم 419 (حدیث) کے تحت موجود ہے-----

(2) قاضی القضاۃ جمیل الدین یوسف بن موسیٰ الملطی متوفی 803ھ آپ امام بدرالدین کے شیوخ میں شمار کیے جاتے ہیں، انہوں نے اپنی اس کتاب کا نام المعتصر من المختصر رکھا تھا، اس میں عمدہ تلخیص کے ساتھ آپ نے ابن رشد کے اعتراضات کا بھی شافی جواب دیا ہے، یہ کتاب بھی ایک بار ہندوستان میں طبع ہوئی تھی مگر مؤلف کے غلط نام کے ساتھ-----[1]

(3) ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی متوفی 474ھ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

جلیل القدر اہل علم نے مشکل الآثار کے حق میں بھی تعریفی کلمات کہے ہیں-----

---

[1] الحاوی ص 36

☆ حافظ العراقی عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمان الکردی متوفی 806ھ فرماتے ہیں:

کتاب مشکل الآثار من اجلّ کتب الطحاوی رحمہ اللہ

''مشکل الآثار امام طحاوی کی جلیل ترین کتب میں شمار کی جاتی ہے''

☆ علامہ الکوثری کا بھی قول ہے:

''جب کوئی شخص امام شافعی رضی اللہ عنہ کی اختلاف الحدیث اور امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی مختلف الحدیث پڑھنے کے بعد امام طحاوی کی مشکل الآثار پڑھتا ہے تو اس کے دل میں طحاوی کی تعظیم و تکریم اور زیادہ ہو جاتی ہے''-----[1]

اس کتاب کا نصف حصہ چار مجلدات میں دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد (دکن) سے 1333ھ میں شائع کیا گیا تھا، مگر اس طباعت میں بہت سی غلطیاں اور تحریف و بیاض بھی پائی جاتی ہے----- جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں دراسات شرعیہ کے کچھ طلباء نے ڈاکٹریٹ کے لیے اس پر عمدہ کام کیا ہے، نیز اس کا پہلا جزء مؤسسہ الرسالہ بیروت 1408ھ نے علامہ شعیب الارنوط کی تعلیق کے ساتھ خوبصورت انداز کے ساتھ طبع کیا ہے-----[2]

---

[1] الحاوی ص 36 [2] مقدمہ احکام القرآن اوّل ص 44

[6] صحیح الآثار

آپ کی اس کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ پانتہ 54/1 رقم 548 میں موجود ہے-----[1]

[7] التّسویہ بین حدثنا واخبرنا

اصطلاحات حدیث میں یہ آپ کا چھوٹا سا رسالہ ہے/ جس کا ایک نسخہ مکتبہ جستر یتی میں رقم 3495 کے تحت موجود ہے اور دوسرا نسخہ دمشق کے مکتبہ الظاہریہ میں 17/92 کے تحت محفوظ ہے-----[2]

امام ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب جامع بیان العلم و فضلہ میں اس رسالے کی تلخیص کی ہے، یہ رسالہ دراصل آپ کے دور میں پیدا ہونے والے ان مناقشات اور علمی اختلافات کے جواب میں تالیف کیا گیا تھا جو بعض اصطلاحات حدیث کی تعریفات کے ضمن میں پیدا ہوئے تھے-----امام طحاوی علیہ الرحمہ نے کتاب اللہ اور حدیث سے تتبّع کر کے ثابت کر دیا کہ ان دونوں حدثنا اور اخبرنا کا استعمال ایک ہی معنی میں ہوتا ہے اور ان دونوں میں معنی کے اعتبار سے مساوات ثابت ہوتی ہے-----[3]

---

[1] تاریخ الادب العربی بروکلمان 265/3 [2] سزکین 442/1 [3] ابو جعفر طحاوی واثرہ فی الحدیث ص 289

[8] السنن المأثوره

اس کتاب میں امام طحاوی کی اپنے ماموں المزنی متوفی 252ھ سے اور ان کی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت موجود ہے ---- آپ کی یہ کتاب 1315ھ میں مطبعہ الشرفیہ مصر اور دوبارہ 1407ھ دار المعرفہ بیروت میں ڈاکٹر عبد المعطی امین قلعجی کی تعلیق کے ساتھ طبع ہوئی۔

[9] الرّد علیٰ کتاب المدلّسین

ابو علی الحسین بن علی الکرابیسی کی اس کتاب کا ردّ امام طحاوی نے 5 اجزاء میں تحریر فرمایا ---- بہت سے علماء نے کتاب الکرابیسی کے مضامین کا انکار کیا اور اس کے خطرناک ہونے کا اشارہ بھی دیا ---- ان میں امام احمد بن حنبل، ابوثور، ابن عقیل، ابن جیش، اور ابن رجب حنبلی وغیرہم بھی شامل تھے ---- الکرابیسی نے اپنی اس کتاب میں اہل السنہ کے دشمنوں کو ایسی حجتیں فراہم کی تھیں جن سے انہیں محدّثین اور اہل حدیث پر طعن کا موقع مل رہا تھا، اور امام طحاوی نے 5 جلدوں میں اس کا ردّ بلیغ کر دیا مگر تاریخ اس کتاب کا ایک نسخہ بھی ہمارے لیے محفوظ نہ رکھ سکی ---- [1]

---

[1] مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اوتال ص 45

فقہ

[10] مختصر الطحاوی الاوسط

امام طحاوی وہ پہلے فقیہ ہیں، جنہوں نے فقہ حنفی میں یہ مختصر تالیف فرمائی-----آپ نے اس میں بنیادی بڑے مسائل ان معتبر روایات اور فقہاء کے نزدیک معتمد اور مختار اقوال کا ذکر کر کے اسے مختصر المزنی کی ترتیب پر مرتب فرمایا-----[1]

اس کتاب کو پہلی بار لجنہ احیاء المعارف العثمانیہ حیدر آباد، دکن (ہند) نے شائع کیا، اور پھر 1370ھ میں دار الکتاب العربی قاہرہ میں طبع ہوئی۔

مختصر الطحاوی کی شروحات

مختصر الطحاوی کی بہت سی شروح لکھی گئیں، جن میں اہم اور قدیم ترین شروح یہ ہیں:

☆ شرح ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصّاص متوفی 370ھ

اس شرح کا ایک نسخہ دار الکتب المصر یہ 498 (فقہ حنفی) مکتبہ قونیہ

---

[1] مختصر طحاوی ص 3

یوسف 5381 مکتبہ طوبقابوسرائے احمد ثالث 1076 اور ایک نسخہ مکتبہ جار اللہ 718 سلیمانیہ استانبول میں پایا جاتا ہے۔

☆ شرح ابوعبداللہ الحسین بن علی الصّمیری متوفی 434ھ

☆ شرح شمس الائمہ ابوبکر احمد بن ابوسہل السرخسی متوفی 490ھ
اس شرح کا ایک نسخہ مکتبہ سلیمانیہ رقم 595 کے تحت موجود ہے۔

☆ شرح ابونصر احمد بن محمد المعروف الاقطع متوفی 474ھ (شارح مختصر القدوری)۔

☆ شرح ابو نصر احمد بن منصور نجندی اسیجابی الکبیر متوفی 480ھ-----[1]

☆ شرح بہاء الدین علی بن محمد سمرقندی اسیجابی الصغیر متوفی 535ھ-----[2]

☆ شرح احمد بن محمد بن مسعود الوبری-----[3]

[11] مختصر الکبیر فی الفروع

[12] مختصر الصغیر فی الفروع

ان دو کتابوں کا ذکر الفہرست میں 207، لسان المیزان 277/1،

---

[1] مکتبہ علی پاشا الشہید رقم 815 [2] مکتبہ فیض اللہ آفندی رقم 803

[3] مکتبہ الاوقاف بغداد 3625، الحاوی ص 38 مختصر الطحاوی 905

کشف الظنون 1427/2 میں بھی ملتا ہے، کہ امام ابو جعفر طحاوی نے مختصر کبیر اور مختصر صغیر بھی رقم فرمائی تھیں----

علامہ ابوالوفاء الافغانی کا بھی قول ہے:

"مختصر الاوسط کے علاوہ بھی امام طحاوی کی مختصر کبیر اور مختصر صغیر مرقوم ہیں جیسا کہ کشف الظنون اور الجواہر المضیۂ سے بھی ثابت ہوتا ہے-----[1]

[13] اختلاف العلماء

یہ کتاب 130 اجزاء میں بتائی جاتی ہے----- ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی متوفی 370ھ نے اس کی تلخیص اور اختصار بھی کیا تھا، مگر اصل کتاب آج کل مفقود ہے، مکتبہ بایزید عمومیہ ولی الدین استانبول میں اس کے ایک نسخے کی نشان دہی کی جاتی ہے، جب کہ صحیح یہ ہے کہ وہ مختصر الطحاوی کا نسخہ ہے-----[2]

[14] الشروط الکبیر

اس کتاب کے 4 خطی نسخے پائے جاتے ہیں، دو مکتبہ علی پاشا شہید رقم 1881 اور دو مکتبہ خدیو مصریہ میں رقم 139 (الفقہ الحنفی) کے تحت، شروط

[1] مکتبہ بایزید العمومیہ استانبول ترکی [2] مختصر الطحاوی ص 5

کبیر کا جو حصہ دستیاب ہے اسے آپ کی شروط صغیر کے ذیل میں ڈاکٹر روحی اوز جان رحمہ اللہ کی تعلیق کے ساتھ دو جلدوں میں 1394ھ میں شائع بھی کیا گیا تھا-----

[15] الشروط الأوسط

یہ کتاب بھی مفقود ہے۔

[16] الشروط الصغير

اس کے 4 خطی نسخے موجود ہیں، دو مکتبہ مراد ملا استانبول رقم 745 ایک مکتبہ فرہ مصطفیٰ رقم 240 اور ایک مکتبہ فیض اللہ آفندی استانبول میں رقم 763 کے تحت، اس کتاب کو بھی ڈاکٹر روحی اوز جان کی تعلیق کے ساتھ جمہوریہ عراقیہ میں احیاء التراث الاسلامی نے دو جلدوں میں شائع کیا ہے-----

[17] النوادر الفقهيه

یہ کتاب 10 اجزاء میں تھی مگر مفقود ہے۔

[18] شرح الجامع الكبير محمد بن الحسن الشيباني

یہ شرح بھی مفقود ہے-----[1]

---

[1] الفہرست ص 292، الجواہر المضیۃ 1/277، فوائد بھیۃ 32، الحاوی ص 39

[19] شرح الجامع الصغير

یہ بھی امام طحاوی نے رقم کی تھی، جس کا ذکر بھی تاریخی مراجع میں ملتا ہے

[20] الرّد علیٰ عیسیٰ ابن أبان

دو جلدوں میں مرقوم، مگر مفقود ہے۔

[21] حکم ا رض مکة

یہ ایک جزء میں تھی-----[1]

[22] قسم الفئ والغنائم

ایک جزء میں تھی-----[2]

[23] اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیّین

دو اجزاء میں تھی-----[3]

[24] کتاب الأشربه

یہ ان کتابوں میں شامل ہے جسے ہشام الرعینی مغرب میں لے کر چلا گیا تھا-----[4]

---

[1] الحاوی ص38 [2] ایضاً [3] ایضاً [4] الحاوی ص39

[25] کتاب الوصایا والفرائض---[1]

[26] کتاب فی الرزیہ

ایک جزء میں----[2]

[27] کتاب فی النحل واحکامہا وصفا تہا واجناسہا

یہ کتاب 40 اجزاء میں ہے---[3]

تاریخ

[28] التاریخ الکبیر

امام موصوف کی یہ ضخیم کتاب اہل علم کی نظر میں مدح وثناء کا محل قرار دی جاتی ہے مگر اس کا کوئی نسخہ بھی دستیاب نہیں، البتہ اسماء الرجال اور تراجم کی کتب میں اس کے بہت زیادہ اقتباسات ملتے ہیں-----[4]

[29] الرّد علی ابی عبید

یہ کتاب شیخ ابو عبید کی کتاب اختلاف النسب کے رد میں رقم کی گئی تھی مگر نایاب ہے-----[5]

---

[1] الفہرست ص 292، الفوائد البھیہ ص 32 [2] الحاوی ص 39 [3] الحاوی ص 39 [4] وفیات الاعیان 71/1 جواہر مضیہ 277/1 حسن المحاضرہ 147/1 فوائد بھیہ ص 32 [5] فوائد بھیہ ص 32 الحاوی ص 39

[30] اخبار ابی حنیفه و اصحابه

یہ وہی کتاب ہے، جسے مناقب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے-----[1]

[31] النوادر والحکایات

یہ 20 اجزاء میں لکھی گئی تھی-----[2]

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ کی یہ وہ تالیفات ہیں------جن کو مؤرخین کرام نے اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے اگرچہ ہم تک آپ کی اس علمی میراث سے بہت حصہ نہیں پہنچا، تاہم اس قلیل ترین حصے سے بھی یہ بات روشن ہو رہی ہے کہ امام موصوف ممتاز مؤلف، مؤرخ اور فقہ، حدیث، اسماء الرجال اور باقی علوم نافعہ میں یکتائے روزگار تھے-----

رحمہ اللہ وتغمدہ برحمتہ

---

[1] فوائد بھیہ ص 32 الحاوی 39 (۵) جواہر مضیہ 277/1

مشکل الآثار اور امام طحاوی کا افتتاحی خطبہ

اما بعد!

فان اللّٰہ تعالیٰ عزّ و جلّ بعث نبیّہ محمدا صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم خاتما لانبیاء ہ الذین کان بعثھم قبلہ صلوات اللّٰہ علیہ وعلیھم و سلامہ و رحمتہ و برکاتہ و انزل علیہ کتابا خاتما مکتبہ التی کان انزلھا قبلہ ومھیمنا علیھاو مصدقا لھا و أمرفیہ من آمن بہ بترک رفع اصواتھم فوق صوتہ و بترک التقدّم بین یدی امرہ و أعلمھم انہ قد تولاہ فیما ینطق بہ بقولہ عز و جل ﴿و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی﴾ و امرھم بالأخذ بما أتاھم بہ و الانتھاء عما نھا ھم عنہ بقولہ عزوجل﴿و ما اٰتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا﴾ ونھاھم ان یکونوا معہ کبعضھم مع بعض بقولہ تعالٰی ﴿ولا تجھروا لہ بالقول کجھربعضکم لبعض﴾ وحذّرھم فی فعلھم ذالک ان

فعلوه حبوط اعمالهم وهم لا يشعرون وحذّرمع

ذالک من خالف امره بقوله عز و جل ﴿فليحذر

الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة اويصيبهم

عذاب أليم﴾-----

فانی نظرت فی الآثار المروية عنه صلی اللّٰه عليه

و سلم بالاسانيد المقبولة التی نقلها ذوو التثبّت فيها و

الا مانة عليها و حسن الا داء لها فوجدت فيها اشياء

مما سقطت معرفتها و العلم مما فيها عن اکثر الناس

فمال قلبی الیٰ تأمّلها وتبيات ماقدرت عليه من شکلها

ومن استخراج الاحکام التی فيها ومن نفی الاحالات

عنها وان اجعل ذالک ابواباً أذکر فی کل باب منها

ما يهب اللّٰه عز و جل لی من ذالک منها حتی ابيّن

ماقدرت عليه منها کذالک ملتمسا ثواب اللّٰه عز و

جل و اللّٰه أسئل التو فيق لذالک و المعونة عليه فانه

جوّاد کريم و هو حسبی و نعم الو کيل -----[1]

[1] مشکل الآثار مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن الہند 1388ھ

''حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو ان تمام انبیاء کرام کے لیے جنہیں آپ سے پہلے مبعوث کیا تھا خاتم بنا کر بھیجا----- بے حد، بے حساب درود و سلام اور رحمت و برکات ہوں آپ پر اور ان تمام نفوس قدسیہ پر-----

اور آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جو اس سے قبل نازل شدہ آسمانی کتابوں کے لیے خاتم قرار پائی جو ان پر محیط بھی ہے اور ان کے لیے مصدق بھی----- اسی کتاب میں اس نے آپ پر ایمان رکھنے والوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی آوازیں آپ ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کریں اور آپ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں اور انہیں یہ بھی بتلا دیا کہ ان کے نطق و قول میں اللہ تعالیٰ کی عصمت و حفاظت کار فرما ہے بایں طور کہ ارشاد فرمایا:

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''----- [1]

اور انہیں حکم دیا کہ وہ جو عطا کریں اسے حاصل کرو اور جس چیز سے وہ انہیں منع کریں اس سے باز رہو چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

[1] سورۂ نجم :4

''اور جو کچھ تمہیں یہ رسول عطا کریں، اسے لے لو اور جس بات

سے وہ تمہیں منع کریں اس سے اجتناب کرو'' -----[1]

اور انہیں اس امر سے بھی منع کر دیا کہ وہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ

کریں جو وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اور ارشاد فرمایا:

''اور ان کے حضور، بات چلاّ کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے

کے سامنے چلاّتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور

تمہیں خبر نہ ہو'' -----[2]

اور انہیں آپ کے امر کی مخالفت کرنے سے بھی ڈرایا اور ارشاد فرمایا:

''پس ڈریں وہ جو آپ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی

آزمائش پہنچے یا ان پر کوئی دردناک عذاب اتر آئے'' -----[3]

جب میں نے آپ ﷺ سے مروی آثار و اخبار ''جنہیں اسانید مقبولہ کے

ساتھ انتہائی ثقہ امین اور انہیں بطریق احسن ادا کرنے والے حضرات نے

نقل کیا تھا میں نظر کی تو ان میں مجھے کچھ ایسی اشیاء بھی ملیں کہ جن کی معرفت

اور ان میں علم و حکمت اکثر لوگوں کی دسترس سے باہر تھی-----تو میرا دل

اس طرف مائل ہوا کہ ان میں غور و تدبر کر کے ان کے اشکالات کو

---

[1] سورۂ حشر:7 [2] سورۂ حجرات:2 [3] سورۂ نور:63

حسب قدرت واضح کردوں، ان میں مستور احکام کا استخراج اور ان میں پیدا ہونے والے استحالات کی نفی کروں، اس سلسلے میں باب بندی کر کے ہر باب میں بتوفیق اللہ عزوجل اس سے متعلق فوائد کا تذکرہ کروں، اس سے قصد ونیت میں اللہ تعالیٰ سے ثواب واجر کی طلب تھی، اسی سے ہی توفیق اور اس پر مدد کا سوال ہے، وہی بے حد عطا کرنے والا، کریم ہے، وہی مجھے کافی ہے اور اچھا کارساز-----

مشکل الآثار میں امام طحاوی کا ایک انداز

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معروف کتاب مشکل الآثار میں بعض احادیث کے معنی ومفہوم میں پیدا ہونے والے اشکال کے بیان کرنے میں مختلف انداز اپنائے ہیں-----ذیل میں ایک انداز کا تذکرہ کیا جارہا ہے آپ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی امت کو ''ماشاء اللہ و شاء محمد'' (جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور محمد ﷺ نے چاہا) کہنے سے منع کر دیا اور حکم دیا کہ اس کی جگہ یوں کہا کرو ''ماشاء اللہ ثم شاء محمد''

(جواللہ تعالیٰ نے چاہا پھر محمد ﷺ نے چاہا)"

اس مقام پر امام موصوف نے مختلف صحابہ سے متعدد روایات بیان کی ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں "باب قول الرجل ماشاء اللّٰه و شئت" کے تحت اور امام ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو جعفر ان روایات کر ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"کہ کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ "ماشاء اللّٰه و شئت" (جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور تو نے چاہا) کہنے سے آپ ﷺ کا منع فرمانا اور ماشاء اللّٰه ثم شئت" (جواللہ تعالیٰ نے چاہا پھر تو نے چاہا) کہنے کی اجازت اور امر دینا عقل میں نہیں آتا، کیوں کہ ان احادیث میں جس بات سے منع کیا جارہا ہے اس کی اباحت اور جواز تو قرآن مجید سے ثابت ہورہا ہے-----

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ان اشکرلی ولوالدیک﴾-----[1]

"کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا"۔

اس مقام پر یہ نہیں کہا کہ "ان اشکرلی ثم لوالدیک "حق مان میرا

---

[1] لقمان آیہ 14

پھر اپنے والدین کا"۔

اس سلسلے میں ہمارا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نہی اور منع کرنے سے پہلے یہ "ان اشکرلی و لوالدیک" کہنا جائز اور مباح تھا۔ پھر آپ نے اسے اپنی ان احادیث مبارکہ میں منع کر کے منسوخ فرما دیا اس مسئلہ پر ہمارا (احناف) کا مذہب یہ ہے کہ سنت بھی قرآن کو نسخ کر دیتی ہے:

لا ن کل واحد منهما من عند اللہ ینسخ ماشاء منهما مما شاء منهما------[1]

"کتاب وسنت دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، وہ ان دونوں میں سے جسے چاہے جس کو چاہے نسخ فرما دیتا ہے"۔

سنت سے کتاب اللہ کے نسخ پر ایک دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿و الّٰتی یأتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهنّ اربعةً منکم فاِن شهدوا فا مسکوهن فی البیوت حتیٰ یتوفهنّ الموت اویجعل اللہ لهنّ سبیلا﴾------[2]

---

[1] مشکل الآثار ص 211/1 [2] نساء آیت 15

''اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھا لے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے بعد نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خذوا عنی قد جعل اللہ لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة و تغریب عام و الثیب بالثیّب جلد مأة و الرّجم-----[1]

''مجھ سے لے لو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ نکال دی ہے، کنوارہ کنواری کے ساتھ کرے تو سو کوڑے مارنا ہے اور ایک سال کی جلاوطنی اور شادی شدہ شادی شدہ عورت کے ساتھ کرے تو سو کوڑے اور سنگسار کرنا ہے''۔

چنانچہ بدکار عورتوں کی یہی حد تھی، جو اس آیہ کریمہ میں بیان کی گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ حد رکھ دی جو پہلی حد کی مخالف تھی اس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ سنت بھی قرآن کو نسخ کر دیتی ہے----- جیسے قرآن قرآن کو نسخ کر دیتا ہے-----[2]

---

[1] مشکل الآثار ج1 ص211 تفسیر ابن کثیر، صحیح مسلم، سنن ترمذی، ابوداؤد الطیالسی

(۳) مشکل الآثار ج1 ص212

وفات امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ابو جعفر امام طحاوی نے تعلیم و تعلّم تدریس و تالیف اور دعوت وارشاد کے حوالے سے بھرپور زندگی پائی علوم وفنون کے آسمان پر آفتاب ومہتاب بن کر چمکنے والا یہ جلیل القدر امام یکم ذوالحجہ خمیس کی رات 321ھ میں قاہرہ مصر میں اپنے خالق ومالک کے حضور جا پہنچا-----

رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا-----

آپ کو قرافتہ الصغریٰ (قبرستان جو امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہے) میں دفن کیا گیا-----حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کی طرف جاتے ہوئے شارع الامام اللّیث پر آپ کا مزار پر انوار ایک تاریخی قبّے کے اندر موجود ہے-------اہل مصر اور دیگر زائرین آپ کے مزار پر فاتحہ وزیارت کے لیے کثرت سے حاضر ہوتے ہیں-----

لوح مزار پر آپ کی تاریخ ولادت 229ھ اور تاریخ وفات 321ھ بھی مرقوم ہے، وصال شریف کے وقت آپ 92 برس کے تھے آپ کی اولاد

سے صرف ایک ہی بیٹا جس کا نام ابوالحسن علی بن احمد بن محمد الطحاوی تھا اس کا 351ھ میں انتقال ہوا-----[1]

رحمه الله رحمة واسعة واسكنه فی اعلیٰ جناته ونفعنابعلومه و أفاض علینا من بر کاته

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وذریاتہ اجمعین

❁❁❁❁❁

[1] الحاوی ص43 ابوجعفر طحاوی واثرہ فی الحدیث ص103 الانساب سمعانی 218/8 مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اوتال ص49

امام طحاوی کی وفات اور علمی حیات پر مراجع

- الفہرست ابن ندیم ص 292 دار المعرفہ بیروت
- اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص 162 دائرۃ المعارف، عثمانیہ حیدر آباد دکن 1394ھ
- طبقات الفقہاء، الشیرازی ص 142 حیدر آباد دکن 1394ھ
- الأنساب السمعانی 53/9 حیدر آباد دکن 1398ھ
- تاریخ دمشق ابن عساکر الشامی ج 895/2 مخطوطہ مکتبہ الظاہریہ دمشق رقم 3367
- المنتظم ابن الجوزی 250/6 حیدر آباد، دکن 1357ھ
- اللباب فی تہذیب الانساب ابن الاثیر 275/2 دار صادر بیروت 1400ھ
- وفیات الاعیان ابن خلکان 72/1 دار صادر بیروت، سیر اعلام

النبلاء الذہبی 27/5 موسسہ الرسالہ بیروت 1403ھ

- تذکرہ الحفاظ 808/2 احیاء التراث العربی بیروت
- الجواہر المضیہ القرشی 272/1 عیسیٰ الحلبی القاہرہ 1398ھ
- تاج التراجم ابن قطلو بغا ص 8 مکتبہ المثنیٰ بغداد 1962ء
- طبقات الحفاظ السیوطی ص 337 مکتبہ وہبہ القاہرہ 1393ھ
- حسن المحاضرہ 147/1، مفتاح السعادت طاش کبریٰ زادہ 275/2 دار الکتب الحدیثہ قاہرہ
- شذرات الذہب ابن العماد 288/2 دار الآفاق بیروت
- الفوائد البھیہ الکھنوی ص 32/31 دار المعرفۃ بیروت
- الحاوی فی سیرۃ الطحاوی، الکوثری ص 4 مکتبہ سلیم الحدیثہ القاہرہ
- ابو جعفر طحاوی واثرہ فی الحدیث عبد المجید محمود ص 141 المجلس الاعلیٰ لرعایۃ الغنون القاہرہ 1395ھ
- مقدمہ الشروط الصغیر روحی اوز جان 208/1 کلیہ الآداب بغداد 1972ء
- الامام ابو جعفر طحاوی فقیہاً، عبد اللہ نذیر کلیۃ الشریعہ والدراسات الاسلامیہ ام القریٰ مکہ مکرمہ 1408ھ

مقدمہ احکام القرآن ڈاکٹر اونال استانبول 1416ھ

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه محمد و اٰله وصحبه وسلم

تالیفات

- الآداب — اردو ترجمہ
- دعاء النظام شفاء السقام — اردو ترجمہ
- تفسیر بیضاوی — اردو ترجمہ
- دلائل النبوۃ — اردو ترجمہ
- مقالات منصور — حصہ اول، دوم
- عصمت انبیاء — اردو ترجمہ
- بستان العارفین — اردو ترجمہ
- فتاویٰ منصوریہ — حصہ اول
- امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ
- آئینہ میں جمال مصطفیٰ ﷺ
- وادی نیل
- اذان سے قبل درود و سلام
- غیر اسلامی ممالک اور شرعی قضا
- فلسفۂ موت و حیات
- اسلام اور اجتہاد
- رؤیت ہلال